آٹھ تراویح بدعت ہے

تصنیف مبارکہ

عمدۃ المفسرین فیض ملت

سند المحدثین حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب
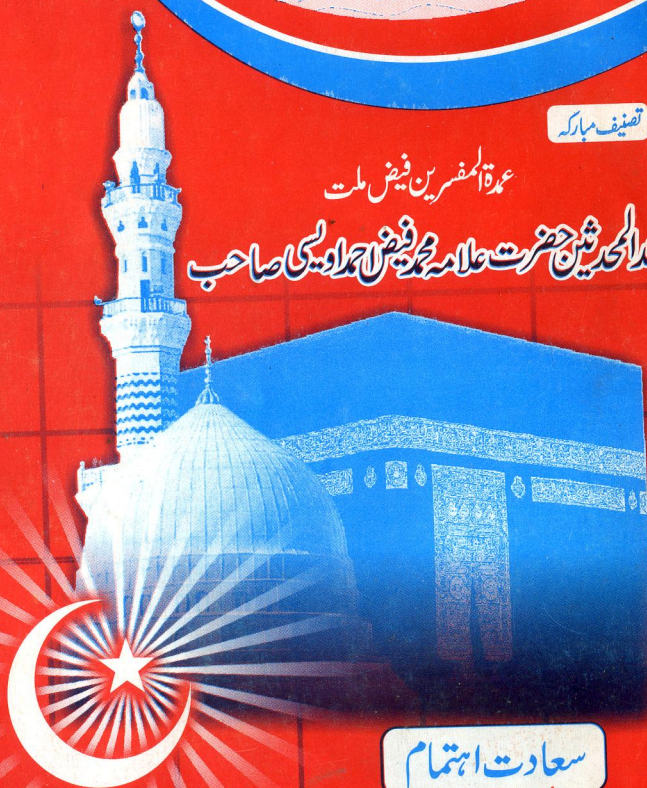
سعادت اہتمام

صاحبزادہ عطاالرسول اویسی

مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی مسجد بہاول پور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آٹھ تراویح بدعت ہے

مصنف

فیض ملت، آفتاب اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ العالی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! فقیر اویسی غفرلہٗ نے غیر مقلدین کی تصانیف کے مطالعہ سے نتیجہ نکالا ہے کہ ہر عقیدہ اور مسئلہ فقہیہ امت محمدیہ اور شریعت مصطفویہ ﷺ کے اکثر خلاف پایا۔ اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ گویا انہوں نے انگریز سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ اسلام کے اکثر مسائل کے خلاف تحریک چلائینگے۔ مسلمان بن کر مسلمانوں میں ہی انتشار پھیلائینگے چنانچہ انگریز کی وفاداری میں سو فیصد پورے اترے ہیں کہ انکا کوئی مسئلہ بھی جمہور اہل اسلام کے موافق نہیں۔

منجملہ ان کے ایک یہی مسئلہ تراویح بھی ہے کہ خیر القرون سے تاحال اہل اسلام متفقہ طور بیس رکعات پڑھتے آئے اور پڑھ رہے ہیں اور ان شاء اللہ تاقیامت پڑھتے رہینگے۔

لیکن انگریز کے وفاداروں نے شور مچایا کہ تراویح صرف آٹھ رکعات ہیں۔ اس پر بزعم خویش احادیث مبارکہ بھی پیش کرتے ہیں اس سے بعض مسلمانوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ واقعی تراویح آٹھ رکعات ہیں حالانکہ یہ آٹھ رکعات تراویح سراسر بدعت ہے کیونکہ غیر مقلدین سے پہلے کتب اسلامیہ میں آٹھ رکعات تراویح کا ذکر نہیں نہ ہی کسی اسلامی فرقہ کا مذہب ہے بلکہ بیس تراویح پر جملہ اہل اسلام کا اجماع ہے اسکی تحقیق فقیر کے رسالہ "بیس تراویح سنت ہے" میں ہے۔

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا معاملہ کر کے جملہ اہل اسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ بیس تراویح کہیں سے ثابت نہیں حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

بقول غیر مقلدین اگر حضور سرور عالم ﷺ نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ ہمارا دعویٰ تاریخ اسلام سے ہے کہ فاروقی دور سے تا حال بشمول ہند و نجد .... تمام مساجد شرق و غرب اور جنوب و شمال میں بیس رکعت تراویح ہوتی تھیں غیر مقلدین کی ماویٰ و ملجا حکومت کے امام حرمین شریفین میں اب بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ کیا چودہ سو برس غیر مقلدوں کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے ہی بیس تراویح پڑھتے رہے۔ حضور ﷺ کے زمانہ سے بارہویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔ اس سے واضح ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی بلکہ ہمارے ہاں تصریح موجود ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے بیس تراویح پڑھی تھی۔ آئندہ اوراق میں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اسے دلائل کی روشنی میں عرض کرینگے۔

قاعدہ : نبی پاک ﷺ کے زمانہ اقدس میں بہت سے امور کا نام اور ہوتا ہے بعد کو اسی امر کا نام اور ہو جاتا ہے مثلاً قرآن مجید کے یاد کرنے والے کو اب ہم حافظ القرآن کہتے ہیں اس دور میں حامل القرآن کہا جاتا۔ اس دور میں علم کے پڑھنے کے مقام کا نام مدرسہ ہے اس دور میں صفہ کہا جاتا تھا، پڑھنے والے کو ہم طالب علم اس دور میں اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ اسی طرح بیشمار مثالیں ہیں ان میں لفظ تراویح بھی ہے۔

تراویح و ترویحات، ترویحہ کی جمع ہے، ترویحہ کے اصل معنیٰ جلسہ کے ہیں۔ اس کو ترویحہ اس لئے کہنے لگے کہ چار رکعت کے بعد ستانے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ پھر مجازاً ہر چار رکعت کو ترویحہ کہنے لگ گئے۔ اس زمانہ اقدس میں اسے قیام اللیل کہا جاتا تھا۔

حدیث شریف میں ہے۔

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من قام رمضان ایما نا

واحتسابا غفرلہٗ ماتقدم من ذنبہٖ" (بخاری)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان میں قیام کیا۔ اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

فائدہ : علامہ کرمانی کہتے ہیں قیام رمضان سے تراویح مراد ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

"وقال ابن شهاب فتوفی رسول اللہ ﷺ والا مر علی ذالك ثم كان الامر علی ذالك فی خلافة ابی بكر و صدرا من خلافة عمر ہ" (بخاری)

ترجمہ : ابن شہاب نے کہا کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔ اور بات یوں ہی رہی، اس کے بعد خلافتِ ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دورِ خلافت میں بھی یہ ہی صورت رہی۔

فائدہ : قیام رمضان کی صورت وکیفیت یہ ہی رہی کہ ہر شخص اپنے طور پر گھر میں مسجد میں جیسے مناسب ہوتا، تراویح پڑھ لیتا۔ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ اول تک یہ ہی صورت رہی تا آنکہ فاروق اعظم نے باقاعدہ باجماعت تراویح پڑھنے کا انتظام فرمایا۔

"وعن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبدالرحمن بن عبد القاری انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فی رمضان الی المسجد فاذ االناس اوزاع متفرقون يصلی الرجل لنفسه ويصلی الرجل فيصلی بصلوته الرهط فقال عمر انی اریٰ لو جمعت هؤلاء علی قاری واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخری والناس يصلون بصلوة قارلهم قال عمر نعم البدعة هذه والتی ينا مون عنها افضل من التی

یقومون یرید اخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ۔"

اور ابن شہاب ہی سے روایت ہے اُنھوں نے عروہ بن زبیر سے اور اُنھوں نے عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کی کہ اُنہوں نے بیان کیا کہ میں عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے بہت سے لوگ اُس کی نماز کی اقتداء کیلئے کھڑے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے اگر تمام نمازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کردی جائے تو زیادہ اچھا ہو۔ چنانچہ آپ نے جماعت بنا کر ابی ابن کعب کو اس کا امام بنادیا پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ ہی نکلا تو لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (نماز تراویح) پڑھ رہے تھے (یہ منظر دیکھ کر) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نیا طریقہ کس قدر بہتر اور مناسب ہے۔ لیکن (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ سوجاتے ہیں، اس سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی۔ کیونکہ لوگ نماز رات کے شروع میں پڑھ لیتے تھے۔ (بخاری)

حضور علیہ السلام سے تراویح کا ثبوت :

"عن عروۃ ابن زبیر عن عائشۃ زوج النبی ﷺ ان رسول اللہ ﷺ وذلک فی رمضان۔"

عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

"اخبر نی عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ ﷺ خرج لیلۃ من جوف اللّیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلوتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر عنھم فصلو امعہ فاصبح الناس فتحدثو فکثر اھل المسجد من الیلۃ الثالثۃ فخرج رسول اللہ

ﷺ فصلی فصلو بصلوته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهلیه حتی خرج بصلوٰة الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله ﷺ والامر علی ذلك۔"

حضرت عروہ نے خبر دی اور انہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی، کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا۔ چنانچہ دوسرے دن لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، دوسری صبح کو اور چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آں حضور ﷺ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتداء کی۔ چوتھی رات یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لئے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی (لیکن اس رات آپ تشریف نہ لائے) بلکہ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور شہادت کے بعد فرمایا۔ اما بعد تمہاری موجودگی کا مجھے علم تھا۔ لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز و درماندہ رہ جاؤ۔ پس نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو بات جوں کی توں تھی (یعنی نماز تراویح با جماعت نہیں ہوتی تھی)۔

فائدہ : یہ احادیث نمازِ تراویح کے متعلق ہیں۔ عہدِ نبوی میں نماز تراویح تین دن ہوئی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کو ترک فرمادیا۔ جس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمادی کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائیں (کیونکہ زمانہ نزول وحی کا تھا) حتیٰ کہ عہد صدیق اکبر و عہدِ فاروقی کے اول حصہ میں اسی طرح ہوتا رہا کہ لوگ اپنے طور پر پڑھ لیتے تھے۔ باقاعدہ مسجد میں جماعت نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد حضرت فاروق اعظم

رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ متفرق ہوکر اور کچھ مجتمع ہوکر تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے اس کی جماعت بنادی اور حضرت ابی ابن کعب جو بہترین قاری تھے۔ انہیں امام مقرر فرمادیا اور اس طرح جب سے لیکر اب تک مسلمان نماز تر... باجماعت مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

بدعت حسنہ کا ثبوت :

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بدعت کو بدعتِ سیۂ قرار دے دینا درست نہیں ہے۔ ہر نیا کام اگر شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کم از کم مباح کے درجہ میں ہے۔ ہر نئے کام کو حرام و ناجائز قرار دے دینا زیادتی ہے، بلکہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مختلف وضع قطع و ڈیزائن کے ملبوسات کھانے پینے اور رہنے کے نئے نئے انداز اور طریقے شرعاً بدعت نہیں قرار پاتے اسکی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "بدعت حسنہ کا ثبوت" میں پڑھیئے۔

سوال : حضور سرورِ عالم ﷺ آٹھ تراویح پڑھتے تھے تم اسے بدعت کہہ رہے ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

"عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فی رمضان فقالت ماکان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنا وقبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی" (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے۔ اُنھوں نے خبر دی کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں رات کی نماز کیونکر تھی؟ تو

اُنھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ (پہلے) چار رکعتیں پڑھتے۔ پس تو ان کے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھ پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے (بھی) حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھ۔ پھر تین رکعتیں (وتر کی) پڑھتے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا (بخاری)

اس سے واضح ہوا حضور ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ ان رکعتوں میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ نفل۔ رمضان میں یہ آٹھ باجماعت تراویح شمار ہوتے تھے۔ اور غیر رمضان میں بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعت تہجد قرار پاتی تھیں۔

جواب: یہ استدلال درست نہیں اور مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ تہجد و تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں۔

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تہجد کی نماز ہجرت سے پہلے ابتداء اسلام میں فرض ہوئی تھی۔ جیسا کہ حدیث ابو داؤد (باب صلوٰۃ لیل جلد ا صفحہ ۱۹۰) سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک رمضان کے روزے اور تراویح کی مشروعیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ پھر ۲ھ میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے شعبان کے آخری دن کے خطبہ میں فرمایا۔

"جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعا" ([illegible])

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض [illegible]

اورحدیث ابوسلمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"کتب اللہ علیکم صیاما وسنت لکم قیامہ" (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام مسنون کیا۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں اگر قیام رمضان سے نماز تہجد مراد ہوتی تو وہ تو رمضان شریف سے پہلے ہی مشروع تھی۔ رمضان سے اس کا کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان سے صلوٰۃ تہجد مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہی خاص نماز تراویح مراد ہے۔ جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح حدیث دوم میں حضور علیہ السلام کا اس کو مسنون قرار دینا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قیامہ سے نماز تہجد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اللہ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ بلکہ نماز تراویح مراد ہے۔ ثابت ہوا کہ نماز تہجد اور نماز تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

فائدہ: تہجد صرف اس نماز کو کہتے ہیں جو نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے یہ ہی وجہ ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ نماز تہجد سو کر اُٹھنے کے بعد آخر شب یا نصف شب میں پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ نماز تہجد کے لئے (**اذا سمع الصارخ**۔ بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۲) مُرغ کی آواز سُن کر اُٹھتے تھے۔ یہ حدیث اس دعویٰ پر نص صریح ہے کہ حضور نے نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں ادا فرمائی ہے، نیز اسود کا مضمون ہے۔ کہ حضور ﷺ اول لیل میں آرام فرماتے **ویقوم آخرہ** (بخاری) اور آخر رات میں اُٹھ کر نماز پڑھتے۔

طبرانی نے حجاج بن عمرو کی حدیث بروایت کثیر بن العباس روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ایحسب أحدکم اذا قام من اللیل یصلی حتیٰ یصبح ان قد تہجد انما التہجد بعد رقدہ (یہ جملہ تین دفعہ ہے) تلك كانت صلوٰة رسول الله ﷺ" (عینی جلد ۳ صفحہ ۶۲۶)

ترجمہ: کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جب بھی رات میں صبح تک نماز پڑھ لیا کرو تو تہجد کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اس لئے کہ تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو۔ یہ تین مرتبہ فرمایا، پھر کہا۔ حضور کی نماز اسی طرح ہوتی تھی۔ یعنی خواب سے بیدار ہو کر نمازِ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں "الصلوٰة بعد رقدة" کی تکرار محض تاکید کے لئے ہے۔ ان الفاظ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ تہجد کے لئے سو کر اُٹھنا ضروری ہے۔ نیند کے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک نماز پڑھتا رہے تو اس کی نماز تہجد نہ ہوگی۔ نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ:۔

"كان اذا قام الى الصلوٰة من جوف اللیل۔"

ترجمہ: حضور علیہ السلام جب شب کے درمیان شب میں صلوٰة تہجد کیلئے اُٹھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں صلوٰة سے مراد تہجد ہی ہے۔ کیونکہ یہی حدیث بخاری نے بایں الفاظ روایت کی ہے "اذا قام من اللیل یتہجد" اور ابن خزیمہ نے "اذا قام للتہجد" کے الفاظ سے روایت کی ہے۔ غرض یہ کہ ان روایات سے واضح ہے کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشاء کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے اور یہ کہ حضور ﷺ نے نماز تہجد ہمیشہ جوف لیل سے قبل کبھی ادا نہیں فرمائی۔ اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضور ﷺ نے نماز تراویح ہر دفعہ اول شب میں شروع فرمائی ہے۔

"عن ابی ذر قال صمنا مع رسول الله ﷺ فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما كانت السادسة لم یقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر

اللیل فقلت یارسول اللہ ﷺ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة فلما کانت الرابعه لم یقم بنا فلما کانت الثالثة جمع اھله ونسا ئه و الناس فقام بنا حتی خشینا یفو تنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقید الشھر۔" (ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ ہم نے حضور کے ساتھ روزے رکھے تو حضور نے ہمارے ساتھ رمضان میں قیام نہ فرمایا حتیٰ کہ (انتیس دن والے رمضان) کے سات دن رہ گئے تو حضور نے ہمارے ساتھ تیسویں شب کو قیام فرمایا۔حتیٰ کہ ایک تہائی رات گزر گئی، پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کاش اس رات کے قیام کو ہمارے لئے زیادہ فرماتے، حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھبیسویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔اس کے بعد بحساب تیسری شب مذکور آئی ۔تو حضور نے اپنی ازواج مطہرات اور اہل وعیال اور صحابہ کرام کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔حتیٰ کہ ہم ڈرے کہ ہم سے فلاح فوت نہ ہوجائے۔ میں نے کہا فلاح کیا ہے؟ کہا سحری پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔

فائدہ : اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان کی ان تینوں راتوں میں حضور ﷺ نے اول شب میں نماز تراویح شروع فرمائی ۔پہلی رات میں تہائی حصہ گزرنے پر فراغت ہوئی۔ دوسری رات میں نصف شب گزر جانے پر اور تیسری رات اول سے آخر تک نماز پڑھنے میں گزاری ۔جس سے ثابت ہوا حضور نے نماز تراویح تینوں راتوں میں اول وقت ہی میں ادا فرمائی ہے۔گو فراغت کبھی نصف شب ہوئی اور کبھی تمام شب میں اور تہجد کے متعلق احادیث سابقہ سے واضح ہے کہ حضور نے ہمیشہ آخری

شب میں ادا کی ہے۔ نماز تہجد حضور نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے تصریح فرمائی

"ولا اعلم نبی اللّٰہ قراء القرآن کله فی لیلةٍ ولا صلیٰ لیلة الی الصبح" (مسلم)

میں نہیں جانتی کہ حضور نے ایک رات میں کبھی سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور نے کسی رات میں صبح تک نماز پڑھی ہو۔ فافہم

قاعدہ: نماز تہجد حضور نے عمر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ ہمیشہ سونے کے بعد بیدار ہو کر جوف لیل یا آخر شب میں ادا فرمائی ہے۔ اور نماز تراویح حضور نے ہمیشہ اول لیل میں پڑھی ہے۔ اگر چہ فراغت کبھی نصف شب میں ہوئی۔ اور کبھی تمام شب میں، مگر نماز تراویح کا آغاز حضور نے ہمیشہ ہر دفعہ اول رات میں ہی فرمایا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب عائشہ کی یہ حدیث نماز تراویح کے متعلق نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ تہجد کے متعلق ہے۔ اس لئے کہ نماز تراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ اور حدیث زیر بحث میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز تراویح نہیں بلکہ نمازِ تہجد ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز تہجد کو بیان فرما رہی ہیں ۔ نماز تراویح کو نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے نماز تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں تو صرف نمازِ تہجد کا بیان ہے۔

نیز ہمارے اس دعویٰ کی تائید و توثیق اسی حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی،

"اتنام قبل ان توتر" حضور کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟

حضور نے جواب دیا۔

"تنام عینی ولا ینام قلبی" اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔
اور یہ بات مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے تھے۔ اور یہ آٹھ اور تین یعنی پوری گیارہ رکعتیں حضور ایک ساتھ پڑھتے تھے تو جب وتر سے قبل حضور کا سو جانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ حضور پڑھتے تھے ان سے پہلے بھی حضور کا نیند فرمانا ثابت ہو گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور کی یہ گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز تھی۔ اس لئے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے وہی نماز تہجد ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

روایت محمول بر نماز تہجد است کے در رمضان وغیر رمضان یکساں بود۔ غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد۔ دلیل بریں حمل آں است کہ راوی ایں حدیث ابوسلمہ است در تتمہ ایں روایت می گوید قالت عائشۃ اتنام قبل آں توتر الخ (ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد متصور می شود نہ در غیر آں۔ (فتاوی عزیزی جلد ا صفحہ ۱۱۹ مجتبائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت نماز تہجد پر محمول ہے اس لئے کہ رمضان تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابو سلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور نے فرمایا ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا) اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوۃ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوۃ تہجد اور وتر ہی

قرار دیا ہے (فتح الباری صفحہ ۱۶ جلد ۳)

غرض یہ کہ حدیث مذکور کے آخری حصہ سے بھی یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے وہ نماز تراویح نہیں بلکہ صلوٰۃ تہجد ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے آٹھ تراویح کے مسنون ہونے کا استدلال درست نہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا حضور کی نیند ناقص وضوء نہیں۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ نیند بھی ایک آفت ہے جس کی وجہ سے نفس کو جو اقلیم بدن پر حکومت حاصل ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کی صرف آنکھوں پر نیند طاری ہوتی قلب اقدس ہمیشہ بیدار رہتا۔

لطیفہ : مذکورہ بالا حدیث جس سے غیر مقلد وہابی آٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر اس سے بالفرض آٹھ رکعت تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ دوسری بات کا انکار۔

دوم : یہ کہ اگر اس حدیث میں نماز تراویح مراد ہے اور حضور نے آٹھ تراویح پڑھی تھی تو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا؟ اور تمام صحابہ کرام نے اس حکم کو کیوں قبول کیا؟ خود حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کیوں نہیں صحابہ سے یہ فرمایا کہ حضور تو آٹھ پڑھتے تھے اور تم بیس پڑھ رہے ہو۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔

سوم : اگر غیر مقلد وہابی حضرات کے نزدیک بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیۂ اور خلاف سنت ہے تو پھر خلفاء راشدین و آئمہ دین جو بیس رکعت تراویح کے قائل و

عامل تھے، کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہوگا۔ کیا معاذ اللہ وہ بھی بدعتی تھے اور نعوذ باللہ خلاف سنت کام کیا کرتے تھے۔ سوچئے! کہ آپ کے اس بے جا غلو و تشدد کی زد میں وہ محترم ہستیاں بھی آجاتی ہیں جن کا ایمان و تقویٰ اور متبع سنت ہونا آفتاب سے زیادہ واضح و ثابت ہے۔

سنت تراویح بیس رکعت ھی ھے :

اگر چہ یہ مسئلہ خالص فروعی ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگ یہاں تک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعتِ مذمومہ ہے۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا دعویٰ کرنے والے (ان شاء اللہ العزیز) قیامت تک کسی صریح صحیح غیر مجروح حدیث و آثارِ صحابہ کرام اور اقوال آئمہ دین سے رمضان میں نماز تراویح کا آٹھ رکعت ہونا اور بیس رکعت تراویح کا بدعت مذمومہ ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً۔ بیس رکعت تراویح کا ثبوت عہد نبوی و عہدِ خلفاء اربعہ و اقوالِ آئمہ کرام سے واضح ثابت ہے۔

عھدِ نبوی :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ،

"ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة"

(بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

ترجمہ: حضور علیہ السلام رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

عھدِ فاروقی و عثمانی :

"عن السائب قال کانوا یقرمون علی عھد عمر فی شھر رمضان بعشرین رکعة قال وکانو ایقرون بالمئین وکانوا یترکون علی

غضیهم فی عهد عثمان من شدة القیام۔"

ترجمہ: سائب فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمر میں ماہ رمضان میں بیس تراویح پڑھتے تھے۔ اور سو سے زائد آیتوں والی سورتیں پڑھتے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں شدتِ قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ قیام اللیل)

عہدِ علی مرتضیٰ: میں علی مرتضیٰ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو رمضان میں،

"ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة۔"

ترجمہ: بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ (الجوہر صفحہ ۴۹۵ النقی علی سنن صفحہ ۴۹۶، البیہقی جلد ۱، عینی جلد ۳ صفحہ ۵۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۶ صفحہ ۳۹۳)

اسکے مزید حوالہ جات فقیر کے رسالہ "تراویح بیس رکعت سنت ہے" میں پڑھیے۔

چیلنج: ہم ساری دنیا کے غیر مقلدین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک صحیح مرفوع حدیث مسلم، بخاری یا کم از کم صحاح ستہ کی ایسی پیش کریں جس میں صراحۃً مذکور ہو کہ حضور ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے یا اس کا حکم فرماتے تھے۔ مگر تراویح کا لفظ ہو یا صحابہ کرام نے آٹھ تراویح دائمی طور قائم فرمائیں۔ قیامت تک کبھی نہ دکھا سکیں گے۔ (ان شاء اللہ)

لطیفہ: جب غیر مقلدوں کو بیس تراویح سے انکار ہے تو پھر پھنس پھنساؤ میں جیسے حرمین شریفین میں نجدیوں کے ساتھ بیس تراویح پڑھ بھی لیتے ہیں معلوم ہوا ان کو اپنے مذہب پر مکمل اعتماد نہیں۔

عجوبہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ اپنی صحیح ترمذی میں حدیث شریف کی روایت کے بعد مذاہب کا ذکر فرماتے ہیں انہوں نے اپنی صحیح ترمذی میں آٹھ تراویح کسی کا مذہب نہیں لکھا بلکہ ... دعویٰ ہے کہ ۱۲ صدی کے بعد کی پیداوار جدید فرقہ غیر مقلدین کے ... کسی کا یہ مذہب نہیں۔

بُرا نہ کھو :

وہابی عام تاثر دیتے ہیں کہ کسی کو بُرا نہ کہو لیکن ان کی طرف سے مسئلہ تراویح پر جو مضامین اب تک کتابی شکل میں یا بصورت رسائل و پمفلٹ وغیرہ شائع ہوئے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بیس تراویح پڑھنے والے سب کے سب بدعتی، گمراہ، فاسق، فاجر اور العیاذ باللہ سنتِ رسول ﷺ کو مٹانے والے بد مذہب اور گناہ گار ہیں۔ کیونکہ جب بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیہ قرار پایا۔ تو جو بھی اس کو پڑھے گا یقیناً بدعتی قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں جمہور امت مسلمہ تمام صحابہ کرام حتیٰ کہ خلفائے راشدین بھی معاذ اللہ بدعتی اور گنہگار ہوئے۔ اگر حضور ﷺ کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما مروی یہ روایت مان لیں تو یہ فتویٰ کہاں تک پہونچا اس کا جواب ناظرین و قارئین پر چھوڑ کر آئندہ اوراق میں احادیث صحیحہ و آثار صریحہ کی روشنی میں ثابت کیا جائیگا کہ تراویح کی رکعات بیس سنت اور آٹھ رکعات بدعت ہیں۔ (وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب)

تراویح کی اصل حقیقت :

(۱) حضور نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہ فرمائی۔ صرف دو دن ادا کیں اور بعد میں فرمادیا کہ اگر اس پر پابندی کی گئی تو فرض ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ جس سے میری اُمّت کو دشواری ہوگی، للہٰذا تم لوگ اپنے گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کرو۔ اسی لئے لوگ متفرق خود گھروں یا مسجدوں میں بلا جماعت پڑھتے رہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تمام زمانے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہی حال رہا۔ یعنی اہتمامِ جماعت کے ساتھ نماز تراویح نہیں پڑھی گئی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ۱۲ ھ میں امر تراویح کا استقرار ہوا۔ یعنی اجتماع علی الامام اور اہتمام جماعت کے ساتھ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کا امر فرمایا۔ اسکے بعد تا حال وہی طریقہ رائج ہے۔

(۲) احادیث مبارکہ میں اس نماز کا نام قیام رمضان وغیرہ آیا ہے انہیں تراویح کا نام خیر القرون کے بعد مروج ہوا۔ گویا بدعات حسنہ میں ایک یہ بھی ہے غیر مقلدین اگر چہ بدعت سے کتراتے ہیں لیکن یہ بدعت انکے گلے کا ہار ہے۔ ورنہ چاہیئے کہ یہ لفظ استعمال نہ کریں اور نہ ہی بدعت کی رٹ لگا کر اسلام میں رخنہ اندوزی کریں۔

(۳) احادیث مبارکہ میں جہاں آٹھ رکعات کا ذکر ہے وہاں نماز تہجد مراد ہے۔ لیکن غیر مقلدین اپنی حسب عادت اسلام میں رخنہ اندازی کے طور خواہ مخواہ دلیل ہو یا نہ ہو جبراً اسے دلیل بنائینگے اسکی مزید تفصیل آئیگی یہاں بھی انکا کچھ یہی حال ہے کہ جہاں نماز کے باب میں لفظ آٹھ آیا ہے وہاں انہوں نے اسے آٹھ تراویح سمجھ لیا۔ ''جتنے رنگ کے کالے سب باپ کے سالے'' والی مثال فٹ آتی ہے۔

(٤) قرآن کے رکوعات کی بدعت : حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام کہ اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ٥٤٠ رکوع ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ٥٥٧ رکوع ہوئے، اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو رکوع ٢١٦ ہونے چاہئے تھے۔ لیکن نہیں تو لازماً ماننا پڑا کہ اگر قرآن مجید کے رکوع ٥٤٠ ہیں تو یقیناً تراویح بھی بیس رکعات ہیں۔

(٥) تراویح بدعت : یہ ترویحہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا۔ چونکہ ان میں ہر چار رکعت پر کسی قدر راحت کے لئے بیٹھتے ہیں اس بیٹھنے کا نام ترویحہ ہے۔ اسی

لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے۔ یعنی راحتوں کا مجموعہ، اور تراویح جمع ہے اور جمع کم سے کم تین پر بولی جاتی ہے۔ اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو اس کے درمیان میں ایک ہی ترویحہ آتا۔ پھر اس کا نام تراویح نہ ہوتا۔ تین ترویحوں کے لئے کم از کم سولہ رکعت تراویح چاہئیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہوا اور وتر سے پہلے کوئی ترویحہ نہیں ہوتا تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی تردید کرتا ہے (جیسے بدعت کے علاوہ غیر مقلدین کے مذہبی ہمجنس پرواز) آٹھ رکعتی پروگرام سے خصوصیت سے ضد ہے لیکن یہ خود ضدی ہیں فلہذا ہم کہہ دیں، کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔

(٦) ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے۔ سترہ فرض اور تین وتر، دو فرض فجر میں، چار ظہر میں، چار عصر میں، تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان شریف میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرما دیں جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے۔ غیر مقلد شائد نماز پنجگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہونگے۔ ورنہ آٹھ تراویح کو اُن بیس رکعت سے کیا نسبت۔

(٧) بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے کہ

"انما یوخذ من فعل النبی ﷺ الآخر فالا خر۔"

فائدہ: اس قاعدہ کے رو سے آخری فعل حضور ﷺ کا اول کے لئے ناسخ ہوگا۔

غیر مقلدین کے اکثر مسائل اس قاعدہ کی زد میں ہیں اور آنحضرت ﷺ نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں۔ تو اب غیر مقلدین پر لازم ہے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہو جائے۔ کیونکہ آپ کا تراویح میں یہی آخری فعل ہے اس کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے کبھی تراویح کی جماعت کا انتظام نہ کیا لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور اس کی پابندی جماعت بیس رکعات سنت فاروقی چونکہ نبی کریم

ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اُس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحتاً کہیں ثابت ہی نہیں لہٰذا صحابہ کرام کا بیس پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں بلکہ عین سنت ہے کیونکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ" **علیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین** "میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

خلاصۂ کلام :

ہماری تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ سے بیس تراویح کا ثبوت ملتا ہے لیکن غیر مقلدین نہیں مانتے حضور سرور عالم ﷺ کا حکم ہے کہ خلفاء راشدین کا ہر اچھا طریقہ بعینہٖ میرا ہی طریقہ ہے اور اے اُمتیو! تم ضرور، ضرور، باضرور اس پر عمل کرو ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ صحیح سندات بتاتی ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس تراویح کی جماعت سے کاروائی جاری فرمائی کسی صحابی اور تابعین سے لیکر تا حال کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا بلکہ بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے اور مانتے ہیں لیکن غیر مقلدین نہیں مانتے۔

ہم بہت بڑے قوی اور مضبوط دلائل سے بیس تراویح کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور غیر مقلدین آٹھ کا ثبوت بھی نہیں دیتے اور بیس کو بھی نہیں مانتے دراصل شیعوں سے انکا تعلق بہت پرانا ہے اسی لئے وہ بھی نہیں مانتے یہ بھی سچ ہے۔

کند ہمجنس باہمجنس پرواز

اب بیس تراویح کے لئے ہمارے دلائل پڑھئے۔

باب اوّل احادیث مبارکہ و آثار صحابہ

نبوی تراویح :

حدیث (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

"ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر زاد البیهقی فی غیر جماعة"

(رواہ ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی تا آثار السنن صفحہ ۵۶ جلد ۲ و مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۲ جلد ۳)

نبی پاک ﷺ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے وتر کے علاوہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ زیادہ فرمایا کہ بغیر جماعت تراویح پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ خود حضور نور ﷺ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ جن روایات میں آیا ہے کہ آپ نے صرف تین دن تراویح پڑھیں وہاں جماعت پڑھنا مراد ہے یعنی بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ جماعت سے صرف تین دن پڑھیں۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح سنت مؤکدہ علی العین ہے کہ حضور نے ہمیشہ پڑھیں اور لوگوں کو رغبت بھی دی۔

ازالۂ وہم :

غیر مقلدین کی عادت ہے کہ جب کسی حدیث کے متعلق جواب نہیں بن سکتا ہے تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسکا فلاں راوی ایسا ویسا ہے پھر اسکا کوئی ہم نام راوی کتب اسماء الرجال سے یا کسی محدث کی شرط کے مطابق غیر قابل قبول راوی اسی محدث کے زبان سے ضعیف دکھا دینگے اپنے مقصد پر نہ اصولِ حدیث کی پرواہ ہوگی اور نہ خوفِ خدا ہی مدنظر ہوگا اسکے نظائر لکھنے بیٹھوں تو بحث طویل ہو جائیگی اسی لئے نفس مسئلہ کی تحقیق کے پیش نظر روایت مذکورہ کو بمطابق اصول

حدیث عرض کروں۔

(i) اس روایت کے اصل راوی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں اس روایت کو ضعف نیچے والے راویوں سے پہونچا ورنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ثقاہت کا کون منکر ہے لیکن ہم اس کی صحت کا راویوں کی وجہ سے نہیں بلکہ عمل صحابہ بالخصوص خلفاء راشدین پر اعتماد کی وجہ سے کررہے ہیں کیونکہ اس روایت پر صحابہ کرام وخلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو اعتماد نہ ہوتا تو وہ کبھی بیس تراویح پر اتفاق تو درکنار عمل تک نہ کرتے۔

(ii) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچپن میں اپنی خالہ ام المؤمنین کے ہاں شب باش ہوتے بارہارات کو نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے بخاری شریف ودیگر صحاح وکتب احادیث میں واقعات موجود ہیں بیس تراویح بھی ان کی بیان کردہ ہے لیکن چونکہ بقانون احادیث ہر راوی کی روایت اتنا جلد تر مشہور نہیں ہوجاتی تھی جیسے آج کل کی کیفیت ہے بلکہ زندگی بھر ایسے مواقع بھی آئے کہ قریب سے قریب تر رہنے والوں کو معلوم نہ ہوتا جیسے صلوٰۃ الضحیٰ کا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو انکار ہے ایسے ہی معراج شریف وغیرہ وغیرہ حالانکہ بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرب میں بڑھ کر اور کون ہوسکتا ہے۔ بالخصوص بچپن کی روایات اس سے بھی تھیں اور خاص طور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اخذ روایت میں سخت گیر واقع تھے وہ راوی سے سخت باز پرس فرماتے گواہ مانگتے اگر معمولی خامی واقع ہوتی تو سخت سزا دیتے اسی لئے اکثر راوی روایت بیان کرنے سے گھبراتے جب تک وثوق اور معتبر ذریعہ حاصل نہ ہوتا روایت حدیث کی جرأت نہ کرتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ممکن ہے ایسا معاملہ درپیش ہوا ہو لیکن چونکہ ثقاہت میں اعلیٰ درجہ کے راوی ہیں اسی لئے اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرائط پر پورے نہ اترے ہوں لیکن حضرت عمر نے ان کی روایت کو مطمع نظر سمجھ کر ''بیس تراویح'' کا عمل درآمد فرمایا یہی وجہ

ہے کہ آپ اپنی خلافت کے اوائل میں کسی خاص تعداد پر عمل نہ کر سکے لیکن بعد کو مضبوطی سے اس پر ایسا عمل کیا کہ تا حال ان کے عمل کا ہی راج ہے اس سے بھی ہمارے مذکورہ بالا قاعدہ کی توثیق ہوتی ہے کہ آپ اپنی شرائط پر حدیث کی روایت چھان بین کے بعد ہی گویا عمل پیرا ہوئے۔

(iii) ضعیف حدیث تلقی بالقبول اور تعامل بالاسلاف سے قوی ہو جاتی ہے اس قاعدہ کو غیر مقلدین کے سردار مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی مانا ہے اخبار اہلحدیث ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھتا ہے کہ "بعض ضعیف ایسے ہیں جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں الخ

اس قاعدہ پر حدیث مذکور ایسی مضبوط ہے کہ عہد فاروقی کے مسلمانوں کا علانیہ عمل اسی کے موافق تھا اور روایتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے مسلمانوں کا عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے، اور ہر چہار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہدِ فاروقی کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اضافہ یا اضافہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔ اور آج تک سوائے غیر مقلدین کے تمام مسلمانوں میں یہی عمل ہے اگر اسکا نام تلقی بالقبول نہیں تو بتایئے قاعدہ مذکورہ کس چیز کا نام ہے۔

دورِ خلافت راشدہ :

حدیث (۲)

"عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه من شدة القیام۔"

(رواہ البیہقی: السنن الکبریٰ صفحہ ۴۹۶ جلد ۲ باسناد صحیح، فتح الباری صفحہ ۲۰۴ جلد ۲ و عینی صفحہ ۱۲۷ جلد ۱۱)

سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان شریف میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ اور وہ سورتیں جن میں سو سے زیادہ آیتیں ہیں پڑھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شدت قیام کے سبب سے لاٹھیوں پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔

حدیث میں دیگر محدثین کے علاوہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''مصابیح صفحہ ۴۴'' میں صحیح کہا اور سنن کبریٰ میں روایت کے بعد کہا سند صحیح ہے۔

حدیث (۳)

مؤطا میں امام مالک نے حضرت یزید ابن رومان سے روایت کی

''کان الناس یقومون فی زمن عمر ابن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعة۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں لوگ تیئس (۲۳) رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ تراویح بیس رکعت ہیں اور ان میں سے وتر تین رکعت ہیں۔ اسی لئے کل تیئس (۲۳) رکعتیں ہوئیں۔

''عن السائب بن یزید انهم کانو یقومون فی رمضان بعشرین رکعة فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه وعلیٰ عهد عثمان و علی رضی اللہ عنهم مثله'' (رواہ البیہقی وعینی صفحہ ۳۵۷ جلد ۵:)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانہ میں (صحابہ، تابعین) بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں۔

فائدہ : اس سے غیر مقلدوں کے علاوہ شیعہ صاحبان بھی عبرت کریں کیونکہ وہ بھی

غیر مقلدوں کی طرح بیس تراویح کے منکر ہیں۔

حدیث (۴)

ابن منیع نے حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

"ان عمر ابن الخطاب امر ہ ان یصلی باللیل فی رمضان قال ان الناس یصومون النھار ولا یحسنون ان یقرء و فلو قرأت علیھم باللیل قال یا امیر المؤمنین ھذا شیئی لم یکن فقا ل قد علمت ولکنہ حسن فصلی بھم عشرین رکعۃ"

(کنز العمال صفحہ ۲۸۴ جلد ۲، عینی شرح بخاری صفحہ ۳۵ جلد ۵)

حضرت عمر نے انہیں حکم دیا۔ کہ تم لوگوں کو رات میں تراویح کی نماز پڑھاؤ کیونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں۔اور قرآن کریم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے بہتر یہ ہے کہ تم اُن پر قرآن پڑھا کرو رات میں حضرت اُبی نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ وہ کام ہے جو اس سے پہلے نہ تھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں لیکن یہ اچھا کام ہے تو حضرت ابی نے اُن کو بیس رکعتیں پڑھائیں۔

فوائد :

(i) عہد فاروقی سے پہلے صحابہ کرام میں بیس تراویح مروج تھیں، ہاں انہیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی بدعت حسنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ ہے۔

(ii) بیس تراویح پر اجماع صحابہ ہے اور صحابہ کرام کے اجماع کے خلاف ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کھڑی کرنا گمراہوں کی نشانی ہے۔

(iii) ہر بدعت بری نہیں (جیسے وہابی، دیوبندی "**کل بدعۃ ضلالۃ**" کی رٹ لگا کر عوام کو ڈراتے ہیں) ورنہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے اس جدید

کارنامے کو "نعمت البدعة" اچھی بدعت اور حسن نہ فرماتے بلکہ سرے سے اسے شروع نہ فرماتے اسکے متعلق تحقیق فقیر کا رسالہ "تحقیق البدعة" پڑھیے۔

(vi) ہم نے اصطلاح شریعت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت کر دکھلایا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے غیر مقلدین کسی ایک صحابی یا کسی معتبر روایت سے دکھلائیں کہ انہوں نے آٹھ تراویح پڑھی اور اس پر تمام امت کا عمل رہا۔

(v) شریعت مطہرہ میں بحکم رسول عربی ﷺ خلفاء راشدین کی سنت بعینہ سنت نبویہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

حدیث (۵)

"عن العرباض بن سارية قال فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكو ابها وعضوا عليها بالنواجذ الخ"

(رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین مہدیین کو لازم پکڑو۔ اور اس پر عمل کرو اور داڑھوں میں مضبوط پکڑو۔

فائدہ : اس حدیث میں سنت خلفاء کا عطف سنت رسول اللہ ﷺ پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنت نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں بہر صورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔

"تمسكو ابها عضوا عليها بالنواجذ."

سنت نبوی اور سنت خلفاء........دنوں کے ساتھ لگتا ہے۔

حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے کیونکہ وہ بھی ارشاد نبوی سنت ہے۔ اس کے خلاف کرنا خلافِ سنت ہوگا۔ اب سوچئے کہ غیر مقلدین سنت کے خلاف ہوئے یا نہ۔

حدیث (٦)

بیس تراویح پر فاروق اعظم کا عمل کیوں :

بیس تراویح کا ایک نکتہ، مؤطا امام مالک میں ہے۔

"مالك عن داؤد بن حصين انهٔ سمع الاعرج يقول ماادركت الناس الا وهم يلعنون الكفرة فى رمضان قال وكان القارئ يقرأ بسورة البقرة فى ثمانى ركعات فاذ اقام بهافى اثنى عشرة ركعة رأى الناس انه قه حفف ۔"

شاہ ولی اللہ کو مانو :

ترجمہ وشرح از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ داؤد بن حصین شنید اعرج را کہ میگفت ادراک نہ کردم مردمان مگر دریں حالت کہ ایشان لعنت میکردند کافراں را در رمضان یعنی قنوت میخواندند در وتر رمضان بدعائے بد کافراں گفت اعرج بود قاری کہ میخواند سورہ بقرا در ہشت رکعت پس اگر قیام لیل کردے بسورہ بقرہ در دوازدہ رکعت ے دیدند مردمان کہ دے سبک کرد نماز را۔ مترجم ے گوید رضی اللہ عنہ کہ ہمیں سنت مذہب شافعیہ وحنفیہ بیست رکعت تراویح است وسہ رکعت وتر نزدیک ہر دوفرقہ ھکذا قال المحلی عن البیہقی وسردر تعیین ایں عدد آنست کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بفراست منورہ خود دریافت کہ آنحضرت ﷺ در قیام سائر ایام ترغیب فرمودہ داز فعل آنحضرت ﷺ یازدہ رکعت ثابت شدہ و در قیام رمضان آں ترغیب را مؤکد بیان فرمودہ پس النسب دید کہ آں عدد را فصاعف فرماید چوں ملاحظہ عدد در ضرور بود یک رکعت دیگر افزود (المسوٰے مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی صفحہ ٧٤)

ترجمہ : حضرت داؤد بن حصین نے حضرت اعرج کو فرماتے سنا کہ میں نے لوگوں کو نہ پایا مگر اس حالت میں کہ وہ لعنت کرتے تھے کافروں پر ماہ بضان میں یعنی ماہ رمضان میں وتر پڑھتے ہوئے دعائے قنوت پڑھتے تھے کافروں کے لئے بددعا کرتے

تھے۔ حضرت اعرج نے فرمایا کہ ایسا قاری بھی ہوتا جو سورۃ بقر کو آٹھ رکعتوں میں پڑھتا پس اگر قاری بارہ رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ اس نے ہلکی پڑھائی ہے مترجم کہتا ہے (رضی اللہ عنہ) کہ شافعیہ اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے اور تین رکعت وتر دونوں گروہوں کے نزدیک۔ اسی طرح حضرت محلی نے بیہقی سے روایت فرمائی ہے اور اس (بیس رکعت تراویح کی) تعداد کے مقرر کرنے میں راز یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراستِ منورہ سے یہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے (پورے سال کی) تمام راتوں میں نماز (تہجد) پڑھنے کی ترغیب فرمائی ہے اور آنحضرت ﷺ کے فعل سے (ہر شب نماز تہجد کی) گیارہ رکعت ثابت ہیں اور (حضور ﷺ نے) قیام رمضان میں اس ترغیب کو تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ پس (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) زیادہ مناسب سمجھا کہ اس (گیارہ کے) عدد کو دگنا (یعنی بائیس) فرمادیں اور چونکہ وتر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری تھا (اس لئے) ایک رکعت اور بڑھادی (اور) اس طرح بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر جملہ تیئیس (۲۳) رکعتیں ہوگئیں)

ہمارا سوال :

اگر غیر مقلدین کے کہنے کے مطابق حضور ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح ہی ثابت ہوتیں یا آپ نے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے عمل یا فرمان کی مخالفت کیونکر کرسکتے تھے۔ نیز اگر بیس رکعت تراویح پڑھنا خلاف سنت ہوتا تو جلیل القدر صحابہ کبار حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب اور سارے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیس تراویح کو کیوں کر قبول کرسکتے تھے۔ اگر درحقیقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ خلاف سنت ہوتا تو ان کے اس فیصلہ

کو کوئی بھی صحابی قبول نہ کرتا تمام صحابہ نہایت شدت کے ساتھ بیس رکعت تراویح کی مخالفت کرتے اور ان کے فیصلہ کی بلا جھجک تردید کر دیتے اور اگر کسی صحابی نے بیس رکعت تراویح کی مخالفت یا تردید کی ہے تو غیر مقلدین اس کا ثبوت پیش کریں اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کسی کو یہ حق کیوں کر پہنچتا ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح کو خلاف سنت یعنی بدعت قرار دے۔

انتباہ : تعجب ہے کہ غیر مقلدین خود کو خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی زیادہ حق شناس و حق پرست متبع سنت سمجھتے ہیں لیکن بیس رکعت تراویح کی مخالفت میں ایسا زور لگاتے ہیں گویا ان پر نئی وحی اتری ہے جس کی وجہ سے انہیں ارشاد نبوی کی کوئی پرواہ نہیں ، حالانکہ صاحب وحی حبیب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا ارشاد مذکورہ بیس تراویح پڑھنے پر دلالت کرتا ہے۔ صرف اپنے خیال پر اسے ضعیف کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنی مٹھی بھر ٹولی کو طفل تسلیاں دیتے ہیں حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد کا بیس تراویح پر عمل کرنا اور عمل کرانا صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کی سند میں کسی قسم کا ضعف نہیں بلکہ اس کی صحت کے سامنے خود غیر مقلدین کے بڑے بڑے ستونوں نے سر تسلیم خم کیا۔ اگر اب بھی کسی غیر مقلد کو ان کی سند پر اعتراض ہے تو میدان میں آجائے ہم اس کی علمی طور تسلی کرانے کو تیار ہیں لطف یہ ہے کہ اکابر علماء کرام نے واضح طور کھلے الفاظ میں کہا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیس تراویح پر عمل کرانا از خود ایجاد بندہ نہ تھا بلکہ ان کو کسی طریق سے رسول خدا ﷺ سے معلوم ہوا ہوگا۔ اگرچہ انکا ایجاد بندہ کو بھی سرور عالم سید کونین ﷺ نے اپنی سنت فرمایا۔ لیکن ان کی اپنی کوشش یہی ہوتی تھی کہ ان کا ہر قول و فعل براہ راست حضور امام الانبیاء ﷺ کے ارشاد گرامی کا مرہون منت ہو چنانچہ بیس تراویح میں بھی وہی ہوا جو ہم نے سمجھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"وروى اسد بن عمر و عن ابى يوسف قال سألت ابا حنيفة عن التراويح وما فعله عمر رضى الله عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرصه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعاً ولم يأمر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله ﷺ كذا من مراقى نقلاً من الاختيار (صفحه ۲۳۹)وفيه اشعار بكون التراويح سنة مؤكدة على الحال التى امر بها عمر و هى عشرون ركعة الخ" (اعلاء السنن صفحہ ۴۶)

ترجمہ: اسد بن عمرو، امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا۔ ارشاد فرمایا۔ کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ اور حضرت عمر نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا، اور نہ ہی بدون اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود ہو، اس کا حکم دیا ہے۔ (بلکہ آنحضرت ﷺ کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحابی جو قول و عمل اپنی طرف سے پیش کرے اسکے متعلق صحیح محمل یہی ہے کہ حسن ظن پر یہی سمجھا جائے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا یا دیکھا ہوگا یا کسی طریق پر ان کے ان تک ایسے ہی پہونچا ہوگا۔

حدیث (۷)

"عن ابى عبد الرحمن السلمى ان عليا دعا القراء فى رمضان فامر رجلا يصلى الناس عشرين ركعة وكان على يوترهم"

(رواہ البیہقی فی سننہ صفحہ ۴۹۶ جلد ۲ منہاج السنۃ ابن تیمیہ صفحہ ۲۲۴ جلد ۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف کے مہینے میں قرآن کے قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ اور حضرت علی خود وتر پڑھاتے تھے۔

حدیث (۸)

''وعن شبرمة بن شكل وكان من اصحاب على انه كان يؤمهم في رمضان فيصلى خمس ترويحات عشرين ركعته''
(رواہ البیہقی فی السنن الکبری)

ترجمہ: حضرت شبرمہ بن شکل سے روایت ہے جو حضرت علی کے اصحاب سے تھے کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کی امامت کرتے تھے اور پانچ تراویح (بیس رکعت نماز) پڑھا کرتے تھے۔

حدیث (۹)

''انبانا ابو زكريا بن ابى اسحاق ابا ابو عبدالله محمد بن يعقوب ثنا محمد بن عبد الوهاب ابنا جعفر بن عون ابنا ابو الخصيب قال كان يؤمنا سويد بن غفلة فى رمضان فيصلى خمس ترويحات عشرين ركعة'' (بیہقی شریف جلد ثانی صفحہ ۴۹۶)

ابو الخصیب کہتے ہیں کہ سوید بن غفلہ تابعی رمضان شریف میں ہماری امامت کراتے تھے۔ ہمیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں:

''وكان من اصحاب على رضى الله تعالىٰ عنه انه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة ويوتر ثلاث وفى ذالك قوة۔''

کہ سوید بن غفلہ حضرت علی کے اصحاب میں سے ہے۔ سوید بن غفلہ نے ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھائی۔

حدیث (۱۰)

السنن الکبری صفحہ ۴۹۶ جلد ۶ میں امام بیہقی لکھتے ہیں کہ شیتر بن شکل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اصحاب میں سے تھے رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس

رکعت پڑھاتے تھے۔

خلاصة الباب :

فقیر نے اختصار کے پیش نظر چند دہ روایات صحیحہ کہ جن کی سند پر کسی بھی اہلحدیث کو انکار نہیں ہاں غیر مقلدین کے بعض جہال کو اعتراض ہے تو اسکے جوابات کتاب ھذا کے خاتمہ میں مذکور ہوں گے۔

اگر ان سب اقوال صحیحہ و آثار صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کروں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اہل علم اور حق کے متلاشی کو اتنا کافی ہے۔

ناظرین :

بیس تراویح کا جھگڑا غیر مقلدین کی پیداوار ہے جب سے یہ بارہویں صدی کے بعد خطۂ ہند میں انگریز کی پناہ ہاتھ میں لے کر اُبھرے تو بیس سے آٹھ تراویح کا شور مچایا ورنہ اس عرصہ سے پہلے کوئی بھی آٹھ رکعتی نہ تھا اور نہ ہی عالم اسلام میں ان کے سوا کوئی ہے صحابہ کرام سے لے کر تا حال کسی کو آٹھ تراویح کی نہ سوجھی یہاں تک کہ لاکھوں محدثین احادیث پڑھتے پڑھاتے رہے۔ بلکہ خود صحاح ستہ کے مصنفین (جن پر غیر مقلدین کے مذہب کی گاڑی چلتی ہے) بھی بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے رہے۔ کیا وہ ان غیر مقلدین سے حدیث دانی میں کم تھے۔ یا بڑھ کر بلکہ امام ترمذی صحاح ستہ میں بلند و بالا مرتبہ رکھتے ہیں وہ اپنی ترمذی شریف میں صحیح روایات کی روایت کے بعد اس روایت کے عامل و قائل مع اسماء اور مذاہب کی تصریح فرماتے ہیں۔

ان کے زمانہ میں کوئی بھی آٹھ رکعتی مذہب نہ تھا۔ چنانچہ صحیح ترمذی صفحہ ۱۹۹ جلد ۱ میں امام ترمذی لکھتے ہیں کہ

"واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیرهما من اصحاب النبی ﷺ عشرون رکعة وھو قول سفیان الثوری و [illegible]

المبارکؒ والشافعی وقال الشافعی ھکذ ااد رکت بلدنا مکة یصلون عشرین رکعة وقال احمدراوی فی ھذالوان لم ینص فیه شئی وقال اسحاق بل نختاء نختار حدی و اربعین رکعة علی ماروئ بن کعب ۔"

ترجمہ: اکثر اہل علم بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی وعمر رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ سے روایت کیا گیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہے اور امام احمد نے فرمایا کہ تراویح میں بیس سے اکتالیس رکعت تک مختلف روایات ہیں اور اس پر کوئی حکم نہیں لگایا اور امام اسحاق فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو پسند کرتے ہیں بموافق روایت ابی بن کعب کے۔

فائدہ : صحاح ستہ میں ترمذی شریف بلند پایہ کتاب یہ صرف اور صرف امام ترمذی کا خاصہ ہے کہ ہر باب میں ہر مذہب کی تصریح فرماتے ہیں چنانچہ ان کی مذکورہ بالا عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی میں یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں کہیں باجماعت آٹھ رکعت یا اکیلا آدمی مشہور یا غیر معروف کوئی فقیہ یا امام پڑھتا تو ضرور امام ترمذی اس کا تذکرہ کرتے اور امام سیوطی شافعی، امام ترمذی کے اس قول کے بعد لکھتے ہیں کہ "**ومذھبنا ان التراویح عشرون رکعة الخ**" یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں امام سیوطی نے اس لئے لکھا کہ امام ترمذی چونکہ شافعی المذہب ہیں اسی لئے تصریح کردی کہ ان مجموعہ مذاھب میں امام ترمذی خود بیس تراویح کے قائل وامام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت بھی ہے کہ جملہ مذاھب کے سربراہوں کا نام صراحۃً یا کنایۃً لکھتے چلے جاتے ہیں یہاں نہ آٹھ رکعت کا کہیں ذکر ہے نہ اسکا کوئی سربراہ معلوم۔ اس سے نیمروز سے زیادہ روشن ہوگیا کہ آٹھ رکعتی مذہب خیر القرون کے بعد کا ہے جسے ہم انگریزی ایجاد کہہ دیں تو حق بجانب ہیں۔

آٹھ رکعتی بدعتی :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری عہد مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسب عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتے مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا بھی مذہب آٹھ کا نہیں ہے۔ اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے بجز صحابہ کرام کے دور سے غیر مقلدین کے عالم وجود میں آنے سے پہلے تمام اہل اسلام بیس تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں، اب بھی ان کے علاوہ تمام مسلمان بیس تراویح پڑھتے ہیں ثابت ہوا کہ آٹھ تراویح کی بدعت غیر مقلدین کی ایجاد ہے۔ اب لیجئے تواتر کا ثبوت۔

تواتر صحابہ :

امام بیہقی نے سنن کبریٰ صفحہ ۴۹۶ میں سائب بن یزید سے روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ شتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اصحاب میں سے تھے، رمضان میں امامت کرتے تھے۔ اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔ ان کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کے زمانہ میں خلفاء راشدین کا حال تھا۔

تابعین :

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ان کا بیان ہے کہ

میں نے چھتیس رکعات اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۲ تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۳ جلد ۲) نافع کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

عمر ثانی رضی الله عنه :

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قاریوں کو 36 رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۱، ۹۲)

امام مالك رضی الله عنه :

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتروں کے اختلاف عدد کی وجہ سے ۴۱ رکعتیں ہو جاتی تھی۔ چنانچہ امام ترمذی نے ۴۱ کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تبعین جہاں بھی ہوئے وہاں 36 پر عمل ہوتا تھا جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے۔ کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا (مصنف ابن ابی شیبہ)

امام عطاء :

ان کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے۔ اور نافع بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں ۲۰ رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا ۲۰ پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود بیس کے قائل تھے۔ اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے تبعین تھے۔ سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے۔

فـائده : ائمہ مجتہدین میں سب کا بیس تراویح کا عمل ہے اور ان کے متبعین میں سب کا یہی عمل ہے۔

کوفه :

کوفہ میں سوید بن یزید (متوفی ۹۵ھ) ۴۰ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (قیام اللیل صفحہ ۹۱ تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۳ جلد ۲)

تلميذ على رضى الله عنه :

سوید بن غفلہ متوفی ۸۱ھ جو حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے صحبت یافتہ ہیں ۲۰ رکعتیں پڑھا کرتے تھے (بیہقی صفحہ ۴۹۶ جلد ۲)

فـائده : علی بن ربیعہ جو حضرت علی وسلمان رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں وہ بھی ۲۰ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

تلميذ ابن عباس رضى الله عنه :

سعید بن جبیر جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے شاگرد ہیں اور بہت بڑے امام ہیں۔ وہ ۲۸ اور ۲۴ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

(تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۳ جلد ۲)

ثوری :

امام کوفہ سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ بیس رکعت کے قائل تھے۔

(تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۵ جلد ۲)

امام ابو حنيفه :

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۵۰ھ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔

اور ان کے مقلدین جس جگہ بھی ہیں تمام ۲۰ رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل :

بغداد میں امام احمد متوفی ۲۳۵ھ بیس رکعتوں کے قائل تھے۔ حنبلی مذہب کی کتب فقہ شہادت دے رہی ہیں۔ مقنع صفحہ ۱۸۳ جلد ۱۰ میں ہے۔ ''ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بهافي رمضان في جماعة'' یعنی تراویح اور وہ بیس رکعت ہیں اس کو جماعت کے ساتھ رمضان میں ادا کرے۔

غیر مقلدین کا معتمد علیه :

داؤد ظاہری متوفی ۲۷۰ھ ۲۰ رکعت کے قائل تھے۔ (بدایۃ المجتہد صفحہ ۱۹۱ جلد ۱) اور ان کے متبعین کا بھی بغداد اور غیر بغداد میں بیس پر عمل تھا۔

ائمہ خراسان میں عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ بیس تراویح کے قائل تھے۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ عہد فاروقی سے لے کر تیسری صدی کے قریباً وسط تک مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، خراسان وغیرہ کے علماء اور ائمہ کا عمل رکعات تراویح کے باب میں یہی تھا کوئی بھی نہ آٹھ رکعت تراویح پڑھاتا تھا اور نہ اس پر کفایت کرتا تھا اور نہ اس پر کہیں بھی عمل تھا۔ اس کے بعد تیسری صدی سے پہلے ہی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی و امام احمد بن حنبل اپنی اپنی فقہ کی تعلیم اپنے شاگردوں کو دے کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسالک پر عمل ہو چکا تھا۔ جو آج تک جاری ہے۔ آج چاروں اماموں کی کتب فقہیہ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ رکعت پر اکتفاء کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بیشک ان ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مجتہد اور امام بھی تھے اور ان کا کچھ عرصہ تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری، اور داؤد ظاہری مگر وہ بھی آٹھ کے قائل نہ تھے۔ بلکہ بیس کے قائل تھے۔

اجماع امت :

تیسری صدی تک خیریت کی نص نبوی ہے اسکے بعد بھی اُمت مسلمہ کے علماء و

مشائخ کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا بھی بحکم نبوی ﷺ ہدایت ہی ہدایت ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ کی تصریحات موجود ہیں فقیر اگر تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات لکھنے بیٹھے تو ایک مبسوط کتاب ہو جائے خدا ترس اور حق کے متلاشی کے لئے ہدایت کا کافی سامان ہم نے جمع کر دیا ہے لیکن جس کی قسمت میں گمراہی لکھی ہوئی ہو اسے کون سمجھا سکتا ہے اور ضدی تو ویسے بھی لا علاج بیمار ہے ذیل میں ہم چند حوالے امت کی اجماع کی تصریح کے لکھ دیتے ہیں۔

(۱) "عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ویو تر بثلاث اخرجه ابن ابی شیبة واسنادہٗ صحیح" (اوجز المسالک صفحہ ۳۰۸)

حضرت سعید بن عبید سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ لوگوں کو ماہ رمضان میں پانچ ترویحے (بیس رکعات) پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری محدث شارح مشکوٰۃ نقایہ میں فرماتے ہیں

"فصار اجماعا لما روی البیهقی باسناد صحیح انهم کانو یقیمون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی" "بیس رکعات (تراویح) پر علماء کا اجماع ہو گیا اس لئے کہ بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا کہ صحابہ کرام حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں بھی بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے تھے۔

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

(۳) مولوی عبد الحئی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۸۲ جلد ا میں ابن حجر مکی محدث ہیثمی کا قول نقل فرمایا کہ "اجماع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة" "صحابہ

کرام علیہم الرضوان کا اس پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت من السنۃ صفحہ ۲۲۴ میں لکھتے ہیں کہ "**والذی استقر الامر علیه واشتهر من الصحابة والتابعین ومن بعد هم اجمعین هو العشرون من الصدر الاول الی الآن**"

یعنی صدر اول زمانہ صحابہ کرام سے لے کر تا حال جس پر اتفاق امت کا ہے وہ بیس رکعت (تراویح) ہیں۔

(۵) حضرت علامہ عینی شرح بخاری صفحہ ۵۹۸ جلد ۳ میں فرماتے ہیں "**وهذا کا الا جماع**" یعنی بیس رکعت تراویح پر اجماع امت ہے۔

(۶) کشف الغمہ صفحہ ۱۱۶ جلد ا مطبوعہ مصر میں علامہ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ "**التراویح عشرون رکعة والوتر**" کہ تراویح بیس رکعت ہیں اور وتر۔ پھر فرماتے ہیں "**واستقر الامر علی ذالك فی الامصار**" کہ بیس رکعت پر سب تمام شہروں میں عمل مستقر ہوگیا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت کا حکم دیا ہو پھر امر منکشف ہو جانے پر بیس رکعت کی تکمیل کر دی ہو یعنی بیس رکعت کے مل جانے پر بیس رکعت کا حکم دے دیا۔

فائدہ : جملہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام اور تابعین اور ائمہ مجتہدین اور تمام اہل اسلام کا مذہب بیس رکعات ہیں اور انکا عمل جملہ امت مسلمہ کیلئے قابل تقلید ہے۔

مذاہب اربعہ :

باتفاق جملہ اہل اسلام مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق پر ہیں ان کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا نص قطعی کے مانند سمجھا جاتا ہے بفضلہ تعالیٰ بیس تراویح پر تمام متفق ہیں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ منصور بن ادریس (حنبلی) کشاف القناع عن متن القناع میں صفحہ ۲۷۶ میں لکھتے ہیں۔ ''وهي عشرون ركعة في رمضان الخ ''یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ (۲) شرح منتہی الارادات صفحہ ۲۵۶ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔ ''وهي عشرون ركعة في رمضان جماعة الخ ''یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔

(۳) توشیح (شافعیہ) میں ہے۔ ''والثالث منها صلوة التراويح وهي عشرون ركعات ولو فرادى وتسن الجماعة ''یعنی اوران میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگر چہ اکیلا ہی پڑھ لے اور جماعت (کے ساتھ پڑھنا) سنت ہے، روضہ میں ہے۔ ''ومنه صلوٰة التراويح عشرون ركعة كل ركعتين بتسليمة الخ ''یعنی صلوٰۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونا چاہئے۔

(۴) (کتب مالکیہ) میں ہے'' وتناكد صلوٰة التراويح في رمضان عشرون ركعة بعد صلوٰة العشاء يسلم من كل ركعتين الخ''

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے الخ۔

(۵) احناف کی تصریحات کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ عیاں راچہ بیان علاوہ ازیں احناف مخالفین کے حقیقی اور اصلی حریف بھی ہیں۔

ثابت ہوا کہ جمہور صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں۔ آٹھ کسی کا مذہب نہیں بلکہ بیس رکعات پر اجماع منقول ہے چنانچہ بار بار عرض کیا گیا ہے کہ علماء کرام لکھتے چلے آرہے ہیں کہ '' وهكذا جرى التوارث من زمان امير المؤمنين عمر الى هذا الان وهذا الا

حکام مما انفق علیه فقها المذاهب الا ربع من غیر خلاف الخ"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے۔اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

"عن علیانه امر وجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة وهذا کا لاجتماع" (مغنی ابن قدامہ صفحہ ۱۶۷ جلد ۲)

حضرت علی سے مروی ہے۔کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا۔کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔اور یہ مثل اجماع کے ہے، امام نووی شافعی لکھتے ہیں۔"ثم استقر الامر علی عشرین فانه المتوارث الخ" یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا۔پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔ابن حجر مکی شافعی نے لکھا ہے:۔"ولکن اجمعت الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة (مرقاة) الخ" لیکن صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ غیر مقلدین کے مرشد ابن تیمیہ کا قول :لکھا کہ "وهذا لذی یعمل به اکثر المسلمین الخ" یعنی اور اکثر اہل اسلام اس پر عامل ہیں۔

ھدایات نبی رحمت ﷺ برائے عوام اھل اسلام :

مانا کہ بیس تراویح کی صحیح حدیث بقول غیر مقلدین حضور رحمۃ للعلمین ﷺ سے نہیں اور اس کی وجہ پہلے عرض کی جا چکی ہے لیکن حضرت عمر و عثمان و علی و دیگر اکابر صحابہ اور تابعین و تبع تابعین خیر القرون سے لے کر بیس تراویح کا ثبوت نیمروز سے زیادہ روشن اور یقیناً ثابت ہے جس کا غیر مقلدین کو بھی انکار نہیں اور ہمیں نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ان محبوبوں کی پیروی کا حکم فرمایا ملاحظہ ہو۔

(۱) حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا "علیکم بسنتی وسنة الخلفاء

الرشدین المھدیین ''تم اپنے اوپر لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو۔

(۲) فرمایا'' **اقتدوا بعدی ابابکر وعمر** '' میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** ''۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

(۴) حضرت عمر کی شان میں خاص طور پر ارشاد فرمایا'' **لو کان بعدی نبی لکان عمر** '' میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے فرمایا

'' **ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له ھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جھنم ساءت مصیراً** '' (پارہ ۵)

جو رسول ﷺ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ (سبیل المومنین) سے جدا راستہ پر چلے ہم اسے جہنم میں بھیجیں گے۔

(۶) '' **لن تجتمع امتی علی الضلالة** '' میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہ ہوگی۔

ان ارشادات کو سامنے رکھ کر قارئین خود فیصلہ فرمائیں۔

سوالاتِ اُویسی :

ذیل میں فقیر چند سوالات پیش کرتا ہے کسی غیر مقلد کے پاس جوابات ہوں تو بھجوا دے۔

(۱) اگر واقعی بیس رکعات تراویح خلافِ سنت ہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عثمان غنی اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہم خلفاء راشدین بیس رکعات تراویح کیوں پڑھتے پڑھاتے اور آسمان ہدایت کے ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان اس

خلاف سنت یعنی (بدعت) کے طریقہ پر کس طرح متفق ہوئے (معاذ اللہ) کیا یہ سب نفوس قدسیہ اکابرین امت جو دین اسلام کے مستحکم ستون ہیں اور جن کی اتباع سرکار دو عالم ﷺ کے فرمان سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، وہ غیر مقلدین جتنا بھی علم حدیث نہیں رکھتے تھے کہ جن احادیث کے اسرار و رموز سے واقف ہو کر تیرھویں صدی میں اب غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح مسنون ہونے کے راز سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ تمام سلف صالحین اس سے بے خبر رہ گئے۔

(۲) کیا آٹھ تراویح کے ثبوت میں جو احادیث یہ غیر مقلدین پیش کرتے ہیں، خلفاء راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ان سے واقف تھے یا نعوذ باللہ ان مقدس ہستیوں نے جان بوجھ کر بیس تراویح پر اتفاق کر کے بدعت کو اختیار کر لیا تھا۔

(۳) عہد فاروقی سے لے کر اب تک سوائے غیر مقلدین کے تمام اہل اسلام بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل تھے۔ کہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوتی تھی۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں جماعت آٹھ رکعت کی ہوتی تھی۔ تو اس کو صاف واضح کیا جائے۔

(٤) سلف صالحین میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح با جماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا؟ کس سنہ میں؟ کس شہر میں؟

(٥) چودہ سو سال تک تمام مساجد شرق وغرب اور جنوب وشمال میں بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا وہ حق پر تھے یا غلط کار صاف بتایا جائے تاکہ حق و باطل کا امتیاز ہو۔

(٦) غیر مقلدین بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا۔ جمہور مسلمان جو بیس

تراویح پڑھتے ہیں یا بیس سے زائد پڑھتے ہیں ۔اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔اگر آنحضرت ﷺ نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بھی آٹھ ہی کا ہوتا تو حضرات صحابہ کرام ،تابعین ، تبع تابعین ،ائمہ مجتہدین ،سلف صالحین ،علماء راسخین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔

گھر کی گواهی :

فقیر نے چودہ سو سال سے صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین اور تمام اولیاء کاملین و دیگر جملہ عوام مسلمین کا عمل بیس تراویح ثابت کردیا۔اب فقیر غیر مقلدین کے اکابر کی تصریحات عرض کرتا ہے۔

(۱) پس منع از بست وزیادہ چیزے نیست الخ۔(عرف الجادی صفحہ ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

(۲) نواب صدیق حسن خان نے لکھا:۔

پس آتی بزیادت عامل بست ہم باشد الخ (ہدایۃ السائل صفحہ ۱۳۸) گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔نیز لکھا کہ اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند ودر ہر رکعتے قرأتے معین را مستحسن داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجملہ چیزے است کہ برآں ایں معنے صادق است کہ ”انه صلوٰة انه جماعة وانه فی رمضان پس حکم بتبدیع آں چہ معنی“ (بدور الاہلہ صفحہ ۸۳)

لیکن جو اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے۔اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے۔یہ عدد بخصوصہ ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے۔جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے۔پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟ نیز لکھا کہ

”ان صلوٰة التراویح سنة باصلها لما ثبت انه ﷺ صلاها فی لیالی

ثم ترکه شفقة علی الامة ان لاتجب علی العامة اویحسبوها واجبة ولم یات تعین العدد فی الروایات الصحیحة المرفوعة ولکن یعلم من حدیث کان رسول الله ﷺ یجتهد فی رمضان مالا یجتهد فی غیره رواه مسلم ان عددها کان کثیرا " (الانتقاد الربیح صفحہ ۶۱)

نماز تراویح اپنے اصل کے لحاظ سے سنت ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند راتوں میں تراویحیں پڑھی ہیں۔ پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں۔ ادھر عوام انہیں واجب نہ سمجھ لیں۔ پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی (حتمی) عدد کا تعین نہیں آیا لیکن اس حدیث سے "کان رسول الله ﷺ یجتهد فی رمضان مالا یجتهد فی غیره رواه مسلم"۔
معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

سوالات وجوابات

سوال : حدیث شریف میں ہے کہ :

"انه سئال عائشة کان صلوٰة رسول الله ﷺ فی رمضان فقالت ماکان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئال عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعاً فلا تسئال عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثاً قالت عائشة فقلت یارسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان ولا ینام قلبی"۔ (بخاری صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ: یعنی حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز (تہجد) رمضان میں کیسے تھی، کہا کہ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے تھے کہ ان کے حُسن اور طول کا مت پوچھو۔ پھر

تین رکعت پڑھتے حضرت عائشہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ سوتے ہیں قبل وتر کے۔فرمایا اے عائشہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

فائدہ : اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ رمضان میں تراویح گیارہ رکعت پڑھتے تھے،اس طرح کہ آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر۔

جواب : چونکہ غیر مقلدین کی یہ دلیل مایۂ ناز ہے اس لئے فقیر اسکے متعدد جوابات عرض کرتا ہے۔

(i) یہ حدیث پاک تو نماز تہجد کے لئے ہے چنانچہ، اسی حدیث میں لفظ" **ولا فی غیرہ** "یعنی غیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے واضح دلیل ہے کہ یہ تہجد کی نماز ہے۔کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال اس نماز کا تھا کہ جو بارہ مہینے میں پڑھی جاتی ہے۔چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

"**عن عائشة قالت كان النبى ﷺ اذا دخل العشر شدمئزره واحى ليله وايقظ هله الخ**" (بخاری شریف صفحہ ۲۷۱ جلد ۱)

یعنی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کی عادت تھی کہ اخیر عشرہ رمضان داخل ہوتا تو آپ تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں زیادہ کردیتے ہوں۔تو حضرت عائشہ نے جواب دیا۔ کہ اکثر آپ تہجد گیارہ رکعت پڑھتے تھے جب یہ حدیث شریف نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح سے اس کا کیا تعلق فقیر ان شاء اللہ آگے چل کر عرض کریگا کہ نماز تہجد اور تراویح صلوتے دیگر۔لیکن افسوس کہ غیر مقلدین صریح لفظ" **ولا غیرہ** " کی موجودگی کے باوجود پھر بھی بضد ہیں تو ثابت ہوا کہ ۔ جاہل بھی ہیں، ضدی بھی ہیں غیر مقلدین سے سوال ہے کہ" **ولا غیرہ** "پر عمل کرنا ہے تو تراویح رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں بھی پڑھ لیا کرو۔

(ii) ترمذی شریف نے اس حدیث کو باب صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد کے باب میں ذکر فرمایا ، نیز اس ہی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ وتر سے پہلے کیوں سوجاتے ہیں تو فرمایا کہ اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ نماز حضور پاک آخر رات میں سو کر اُٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ تراویح سونے کے بعد نہیں پڑھی جاتیں ، تہجد پڑھی جاتی ہے۔

(iii) اس حدیث عائشہ سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح نہیں۔ اس لئے محدثین نے اس پر تعداد تراویح کا باب منعقد نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے (1) صفحہ نمبر ۱۵۴ میں باب قیام نبی ﷺ باللیل قرینہ ہے قیام رمضان تراویح کو اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مقولہ کم سے ہے۔ (2) صفحہ نمبر ۲۶۹ باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد (3) صفحہ نمبر ۵۰۴ "**باب كان النبي ﷺ تنام عينه ولا ينام قلبه**" اس میں بھی سونے کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد (4) صفحہ ۱۳۵ جلد ۱ میں باب ماجاء فی الوتر کا بیان ہے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ کہ عدد کا ہے اور "**كان يصلى احدى عشرة ركعة كانت تلك صلوٰته تعنى بالليل فيسجد السجد ة من ذالك قدرما يقرأ احد كم خمسين آيئة الخ**" کس صراحت کے ساتھ نماز تہجد کو بیان کیا ہے۔ محدثین کے اس قسم کے اشارات بے شمار ہیں۔

(4) اگر بالفرض اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو بھی اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ ایک دوسری صحیح روایت میں فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (بخاری) اب دس رکعت تراویح ہوئیں۔ حافظ ابن حجر وغیرہ شارح حدیث نے

حضرت عائشہ کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی بعض حالات واوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھ لیتے تھے۔ اس سے آٹھ تراویح کا انحصار باطل ہوگیا۔ چنانچہ حافظ کے الفاظ یہ ہیں۔ **"والصواب ان کل شیئی ذکرتہ من ذالک محمول علیٰ اوقات متعددۃ واحوال مختلفۃ الخ"** (فتح الباری صفحہ ۱۴ جلد ۳)

گھر کی گواہی: مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا کہ **"انہ قد ثبت ان رسول اللہ ﷺ کان قد یصلی ثلث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر"** (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۳ جلد ۲)

فائدہ: یہ ثابت اور محقق ہو چکا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔

دلائل سے جب گیارہ سے زیادہ ثابت ہو چکا تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ (گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھی) باطل ہو گیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت کے مخالف کہنا سخت اور غفلت پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

نکتہ: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے نوافل کے متعلق ایک بہترین نکتہ بیان فرماتے ہیں وہ یہ کہ **"وظھر لی ان الحکمت فی عدم الزیادۃ علی احدی عشرۃ ان التھجد والوتر مختص بصلوۃ اللیل وفرائض النھار الظھر وھی اربع والعصر وھی اربع والمغرب وھی ثلاث وتر النھار فناسب ان تکون صلوٰۃ اللیل کصلوۃ النھار فی العدجملۃ وتفصیلاً الخ"** (فتح الباری صفحہ ۱۶ جلد ۳)

اور میرے لئے ظاہر ہوا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ

تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں۔ اور فرائض دن کے ظہر سے اور وہ ۴ رکعت ہیں۔ اور عصر ہے۔ اور وہ ۴ رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ ہورات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں۔

"**امامناسبة ثلاث عشرة فبضم صلوٰة الصبح لکونها نهارية الى ما بعد ها الخ** "یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز کو ملانے کے ساتھ۔ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ،

فائدہ : حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس نکتہ اور حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نماز تہجد میں تھیں نہ کہ تراویح میں۔ اور عقلی طور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نکتہ قابل تحسین ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی نماز کی حاضری سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے لیکن اس پر تکلیف مالایطاق بھی نہیں چاہتا لیکن اس کا کوئی محبوب بندہ تکلیف کو راحت سمجھے تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے بہت زیادہ راضی ہو جاتا ہے اس تقریر پر جس طرح فرائض دن میں مقرر ہیں اگر رات اسی مقدار پر ادا کرنی ہوگی تا کہ دن ورات کی عبادت میں مساوات ہو۔

عجوبہ : امام بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام اللیل میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے۔ "**باب عدد الرکعات التی یقوم بها الامام للناس فی رمضان** "یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔ اس باب میں رکعاتِ تراویح کے لئے بہت سی روائتیں لائے ہیں۔ مگر حضرت عائشہ کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو در کنار اشارہ تک نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے۔ بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

تہجد اورہے تراویح شے دیگر :

ذیل میں فقیر دلائل سے ثابت کرے گا کہ تہجد اور تراویح علیحدہ دو عبادتیں ہیں غیر مقلدین غلط کہتے ہیں کہ تراویح اور تہجد ایک ہی عبادت کے دو نام ہیں۔

(۱) تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں۔

(۲) تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہے فتہجد بہ نافلۃ لک قم الیل الا قلیلا ، اور تراویح کی مشروعیت پر حدیث **سننت لکم قیامہ** (نسائی) میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا ہے۔

(۳) تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے۔ اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ ہیں ایک نہیں۔

امام بخاری کا عمل :

غیر مقلدین کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ناز و اعتماد ہے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کو ان پر اُن سے بڑھ کر ہے اور امام بخاری کا بھی یہی عمل تھا۔ کیونکہ رات کے اول حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے۔ اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے بلکہ تمام زعمائے اسلام کا یہی معمول تھا ہم نے صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ضمانت کیلئے عرض کیا ہے چند ایک اسلاف صالحین کے حوالہ جات تبرک کے طور عرض کرونگا اور ان کی تصریحات سے ان شاء اللہ تعالیٰ تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ عبادت ثابت کروں گا (ان شاء اللہ) احادیث میں ہے کہ تہجد نیند کے بعد نوافل ادا کرنے کا نام ہے۔ اور تراویح میں نیند شرط نہیں چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی تہجد کی روایات بتاتی ہیں کہ آپ نے تہجد کیلئے پہلے استراحت و آرام فرمایا چند حوالہ جات حاضر ہیں۔

(۱) بخاری شریف صفحہ ۱۵۳ جلد ۲ باب قیام النبی ﷺ "باللیل ونومہ میں حضرت انس

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"وکان لاتشاء ان تراہ من اللیل مصلیا الا رأیتہ ولانائما الارایتہ"

حضور کی یہ شان تھی کہ اگر تو رات کے وقت حضور کو نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا اور اگر اسی رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتا تو سوتا ہوا بھی دیکھ سکتا تھا۔ اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "ولا اعلم نبی اللہ ﷺ قرأ القران کلہٗ فی لیلۃ ولا صلی لیلۃ الی الصبح ولا صام شہر ا کاملا غیر رمضان" (رواہ مسلم: مشکوۃ شریف باب الوتر فصل اول)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات کبھی سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی رات صبح تک نماز نہ پڑھی ہو (اور یہاں نماز سے مراد نماز تہجد ہے کیونکہ ہم پہلے صلوۃ تراویح تمام رات پڑھنا ثابت کر چکے ہیں) اور نہ یہ کہ رمضان کے علاوہ حضور نے سوائے رمضان تمام مہینہ روزہ رکھا ہو۔

فائدہ: تراویح کی نماز حضور نے تمام شب پڑھی اور نماز تہجد کے لئے حضور تمام رات کبھی بیدار نہیں ہوئے۔

(۲) مؤطا امام مالک صفحہ ۵۶ باب ماجاء فی الدعا میں حضرت طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ "ان رسول اللہ ﷺ کان اذا قام الی الصلوۃ من جوف اللیل یقول اللھم لک الحمد۔" (الحدیث)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شب کے درمیانی حصہ میں صلوۃ تہجد کے لئے اٹھتے تھے تو اللھم لک الحمد فرماتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں صلوۃ سے صلوۃ تہجد مراد ہونے پر یہ دلیل ہے کہ یہی حدیث امام بخاری نے ان لفظوں سے روایت کی ہے۔ "اذا قام من اللیل یتھجد" اور یہی حدیث ابن خزیمہ نے بایں الفاظ روایت کی ہے۔ "اذا قام المتھجد"

(زرقانی شرح مؤطا امام مالک صفحہ ۳۸۹ جلد ا اور فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳ جلد ۳ باب التہجد باللیل)

(۳) حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ

''وقال الطبری التهجد السهر بعد نومة ثم ساقه عن جماعة السلف'' (فتح الباری صفحہ ۲ جلد ۳)

یعنی طبری نے فرمایا تہجد نیند کے بعد نوافل پڑھنے کا نام ہے اور یہ ترجمہ انہوں نے اسلاف سے نقل فرمایا ہے۔

(۴) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۶۳۳ جلد ۵ پر فرماتے ہیں

''ثم واينا ان فی الشرع يقال لمن قام من النوم الی الصلوٰة انه متهجد''

یعنی اصطلاح شرع میں اسی شخص کو تہجد گزار کہا جائے گا جو نیند سے اٹھ کر نماز پڑھے۔

(۵) فتوحات الٰہیہ صفحہ ۶۴۲ جلد ۲ پر ہے۔

''ثم لما رائينا فی عرف الشرع انه يقال لمن انتبه بالليل من نومه وقام الی الصلوٰة انه متهجد وجب ان يقال سمی ذالك متهجد امن حيث انه انفی الهجود''

پھر جب ہم نے عرف شرع میں دیکھا کہ جو شخص رات کو اپنی نیند سے بیدار ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو وہی تہجد گزار ہے تو یہ کہنا واجب ہو گیا کہ نماز تہجد پڑھنے والے کو اسی وجہ سے متہجد کہتے ہیں کہ اس نے نیند کو اپنے آپ سے دور کر دیا۔

(۶) مشکوٰۃ شریف باب التحریض علیٰ قیام اللیل فصل اول صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔

''عن عائشة قالت كان تعنی رسول الله ﷺ ينام اول الليل ويحی اخره'' (متفق علیہ)

بخاری و مسلم کی متفق حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اول رات میں سو جاتے تھے اور آخر رات کو زندہ فرماتے تھے

اس میں نماز پڑھتے تھے۔

ازالۂ وہم :

بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد میں کچھ فرق نہیں ۔ دونوں کا وقت اول شب سے آخر شب تک ہے۔ مگر آخر شب کو اول شب پر فضیلت ہے۔ نماز تہجد کا افضل وقت آخر شب ہی ہے لیکن اول شب میں نماز تہجد پڑھ لی جائے تو درست ہے۔ غلط ہے اس لئے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ کبھی رسول اللہ ﷺ نے رات کے ابتدائی حصہ میں تہجد کی نماز پڑھی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ صلوٰۃ لیل تہجد بھی ہے اور غیر تہجد بھی ۔ تہجد غیر تہجد سے افضل ہے لہٰذا جن حدیثوں میں آخر شب کی نماز کو افضل قرار دیا ہے ان کا یہ مطلب نہیں کہ رات کے ابتدائی حصہ میں تہجد پڑھنا جائز ہے۔ افضلیت آخر وقت کے تہجد میں ہے بلکہ ان احادیث کا واضح مفہوم یہی ہے کہ صلوٰۃ لیل اگرچہ رات کے ابتدائی حصہ میں جائز ہے لیکن صلوٰۃ لیل میں افضل ترین صلوٰۃ صلوٰۃ تہجد ہی ہے اور اس کا وقت سو کر اٹھنے کے بعد ہی ہے۔

سوال : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو اول شب میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا تھا کہ۔ ''**والتی تنا مون عنها افضل من التی تقومون** '' اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ تم لوگ رات کے اول حصہ میں نماز تراویح پڑھ کر آخر شب میں سو جاتے ہو اور اس وجہ سے تہجد کی فضیلت سے محروم رہتے ہو اگر یہی صلوٰۃ تراویح تم آخر شب میں ادا کرو تو تراویح کے ساتھ تہجد بھی ادا ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی شے ہے۔

جواب : اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ صلوٰۃ تہجد قبل النوم اوّل شب میں ادا نہیں ہوئی چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس امر کو واضح طور فرماتے ہیں کہ تہجد اصطلاح شرع میں تطوع بعد از نوم کو کہتے ہیں نیز علامہ شامی نے فرمایا'' **فتیم صلوٰۃ اللیل وقیام**

اللیل اعم من التہجد"۔

یعنی صلوٰۃ لیل اور تہجد کو مساوی سمجھنا غلط ہے بلکہ صلوٰۃ لیل تہجد سے اعم ہے فیض الباری صفحہ ۲۰۷ جلد ۲ ہے۔

"وقال العلماء ان اسم التہجد لایصدق الا بعد الھجود فلا یطلق علی صلوۃ اللیل قبل الھجود"۔

یعنی علماء کا قول ہے کہ تہجد کا لفظ سونے کے بعد ہی صادق آسکتا ہے لہٰذا صلوٰۃ قبل النوم پر لفظ تہجد کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ : نماز تہجد وہی ہے جو نصف شب کے بعد خواب سے بیدار ہوکر پڑھی جائے لیکن اگر کسی کو مجبوری کے باعث نماز تہجد پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو آخر شب میں اس کی نفل نماز صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ہوگی۔

ازالۂ وھم :

کسی نماز کا نام صلوٰۃ تہجد نہ ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ وہ صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام بھی نہ ہوسکے جس طرح صلوٰۃ ضحیٰ کے وقت میں صلوٰۃ کسوف پڑھ لے تو وہ صلوٰۃ ضحیٰ کے قائم مقام قرار پائے گی۔ لیکن اس کو صلوٰۃ ضحیٰ نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی وہ رکعات تراویح جو حضور نے آخر شب میں ادا فرمائی۔ اگرچہ ان کا نام صلوٰۃ تہجد نہیں لیکن چونکہ وہ تہجد کے وقت پڑھی گئی تھیں اس لئے تہجد کے قائم مقام ضرور ہوں گی۔

سوال : نماز تہجد حضور ﷺ پر فرض تھی اور نماز تراویح نفل تو اگر پچھلی رات کی تراویح کو تہجد کے قائم مقام کہا جائے تو لازم آئے گا کہ نفل فرض کے قائم مقام ہوجائے یہ تو صحیح نہیں۔

جواب نمبر ۱: نمازِ تہجد کی فرضیت حضور ﷺ کے حق میں یقینی اور متفق علیہ

ہے، لیکن ہمارا سوال ہے کہ جب حضور ﷺ پر نمازِ تہجد فرض تھی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ حضور ﷺ نے آخری رکعتِ تراویح میں تہجد کی نیت فرمالی ہو اس صورت میں زیادہ سے زیادہ متنفل کی اقتداء مفترض کے ساتھ لازم آئے گی اور وہ بالاتفاق جائز ہے۔

جواب نمبر 2: جس طرح نمازِ تہجد کی فرضیت حضور ﷺ کا خاصہ تھا اسی طرح حضور کی تراویح کا حضور کے تہجد کے قائم مقام ہونا بھی حضور کا خاصہ ہوسکتا ہے۔ شرعاً اور عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ لہٰذا ہر تقدیر پر وجود احتمال کی وجہ سے یہ شبہ بیجا اور بے بنیاد ہے۔

(۷) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ باب التحریض علیٰ قیام اللیل فصل اوّل کی حدیث:

"ینزل ربنا تبارك و تعالیٰ کل لیلة الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر ۔کے تحت فرماتے ہیں **قال فی النهایته تحفیص الثلث الاخر لانت وقت التهجد۔"** مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۷ جلد ۲ نہایہ میں کہا کہ رات کے آخری تہائی حصہ کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ تہجد کا وقت ہے۔

مسئله : صلوٰۃ تہجد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ نوافل ہی کے ضمن میں پڑھی جائے بلکہ عشاء کے بعد اٹھنے پر جو نماز بھی پڑھ لی جائے اس سے تہجد حاصل ہو جاتا ہے۔

علامہ شامی ردالمحتار صفحہ ۵۰۶ جلد ا پر فرماتے ہیں تنبیہ ظاہر **" امر ہ ان التهجد لا یحصل الا بالتطوع فلو نام بعد صلوٰة العشاء ثم اذا صلی فوائت یسمی تهجدا وترد فیه بعض التراویح والظاهر ان تقیید ہ بالتطوع بناء علی الغالب وانه یحصل بای صلوٰة کانت "**

(گذشتہ بیان کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ تہجد بغیر نفل کے ادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص نماز عشاء کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر فوت شدہ فرض یا واجب نمازیں پڑھیں تو اس نماز کا نام تہجد نہ ہوگا اور بعض شافعیہ نے اس میں تردد کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تہجد کو نفل سے مقید کرنا بناء علی الغالب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تہجد (وقت تہجد) میں

ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ادا ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی گئی تو نماز تہجد بھی ادا ہو جائے گی اور یہی مطلب تھا حضرت عمر کا کہ اگر آخر شب میں صلوٰۃ تراویح پڑھی جاتی تو تراویح کے ساتھ تہجد بھی ادا ہو جاتا۔

سوال : حضور ﷺ نے رمضان شریف میں جو تین رات تراویح پڑھی ان راتوں میں نماز تہجد ادا نہیں فرمائی اور آخری رات حضور سوئے بھی نہیں تو وقت تہجد کا تحقق بھی نہ ہوا۔ ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد ایک شے ہے۔

جواب نمبر 1: یہ درست نہیں اس لئے کہ تراویح مذکورہ میں راتوں میں پہلی اور دوسری رات حضور ﷺ کا آخر شب میں معتد بہ نیند فرما کر نماز تہجد پڑھنا قطعاً امر مستبعد اور محال نہیں۔ اگر چہ منقول نہ ہو۔ کیونکہ عدم نقل سے فعل کو مستلزم نہی البتہ تیسری رات کے متعلق شبہ کیا جا سکتا ہے مگر غور کرنے سے یہ شبہ بھی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ تحقق تہجد کے لئے قابل ذکر اور معتد بہ نیند کرنا ضروری نہیں صرف اس قدر سو جانا بھی کافی ہے جسے لغتاً اور شرعاً نیند کہا جاتا ہے اگر وہ اقل قلیل ہی کیوں نہ ہو جس طرح احکام وضو میں جس نیند کو شرعاً فی بعض الاحوال معتبر مانا گیا ہے اس کا بھی یہی حال ہے اور ایسی قلیل ترین نیند کا اس رات محقق ہو جانا ہرگز امر بعید نہیں۔ عام طور پر نماز پڑھتے ہوئے بھی اتنی نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ ایسی نیند عام طور پر معتد بہ اور قابل ذکر نہیں ہوا کرتی لہٰذا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس رات تمام شب حضور ﷺ نماز تراویح کے لئے بیدار رہے تو یہ قول اس اقل قلیل نیند کے منافی نہ ہوگا۔

جواب نمبر 2: حضور ﷺ نے اس رات نماز تہجد مستقلاً علیحدہ نہیں پڑھی مگر اس بنا پر حضور سید عالم ﷺ کے حق میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضور نے اس رات تہجد ترک فرما دیا تھا کیونکہ جمہور امت کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز

تہجد فرض تھی حضور کے حق میں (العیاذ باللہ) ترک فرض کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہا جائے گا کہ تہجد کے وقت میں جو نماز نفل بھی پڑھ لی جائے اس سے تہجد ادا ہو جاتی ہے لہٰذا اس رات تراویح پڑھنے سے حضور ﷺ کی نماز تہجد بھی ادا ہوگئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز عشاء کے فوراً بعد اوّل شب میں یا بغیر سوئے نماز تہجد ادا ہو جاتی ہے ان کا دعویٰ اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا کہ اول ہی شب میں نماز تراویح پڑھ کر سحر تک سو گئے ہوں بلکہ تمام رات تراویح ادا فرمائی اور اس میں حضور ﷺ کی وہی نماز نماز تہجد کے قائم مقام قرار پائے گی جو آپ نے آخر شب میں پڑھی تھی۔ اس لئے کہ اول شب میں حضور کا تہجد پڑھنا کسی حدیث سے آج تک ثابت نہیں ہو سکا حدیث **کفتاہ عن التہجد** ہمارے اس دعوے کو زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ اگر قبل النوم تہجد متحقق ہوتا تو ان دو رکعتوں کو عین تہجد قرار دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس سے واضح ہوا کہ قبل از نوم تہجد متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر 3: نماز تراویح تینوں راتوں میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں ادا فرمائی، پہلی رات میں تہائی شب گذرنے سے فراغت پائی، دوسری رات میں نصف شب گذر جانے پر اور تیسری رات اوّل سے آخر تک نماز پڑھنے میں گذار دی۔ اس تیسری رات میں ساری گذارنا بتاتا ہے کہ تراویح تہجد کے غیر ہے کیونکہ تہجد ساری رات کبھی نہیں پڑھی گئی۔

جواب نمبر 4: نماز تراویح کا وقت بعد نماز عشاء اوّل سے آخر رات تک ہے یعنی نماز عشاء کے بعد رات میں جس وقت بھی نماز تراویح پڑھی جائے جائز ہے۔ اور تہجد نیند کے بعد یا آخر شب کو پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح رات کے تینوں حصوں میں سے ہر حصہ میں پڑھی اور تمام رات بھی تراویح

پڑھنے میں گزاری۔ اور نماز تہجد حضور علیہ السلام نے سونے سے پہلے اول شب میں کبھی نہیں پڑھی۔

جواب نمبر 5: قیام لیل اور صلوٰۃ لیل عام ہے اور صلوٰۃ تہجد خاص ہے۔ جس طرح صلوٰۃ لیل اور تہجد ایک نہیں اسی طرح صلوٰۃ تہجد اور صلوٰۃ تراویح بھی ایک نہیں۔ اس لئے کہ تہجد کا وقت نماز عشاء کے بعد نیند سے اٹھنے کے بعد ہے اور صلوٰۃ تراویح کا وقت اوّل شب سے اخیر شب تک ہے۔

جواب نمبر 6: صلوٰۃ لیل اور صلوٰۃ تہجد رمضان اور غیر رمضان تمام اوقات میں مشروع ہے۔ اور صلوٰۃ تراویح صرف ماہ رمضان المبارک کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر رمضان میں شرعاً تراویح مشروع نہیں۔

جواب نمبر 7: رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ صرف تین رات پڑھی ہے اور بس۔

جواب نمبر 8: صلوٰۃ تہجد ابتدائے اسلام میں فرض تھی اس کے بعد نفل ہوگئی اور صلوٰۃ تراویح کسی وقت بھی فرض ہو کر مشروع نہیں ہوئی۔

جواب نمبر 9: اگر کسی نے تہجد کے وقت میں تراویح پڑھ لی تو اگرچہ اس تراویح کا نام صلوٰۃ تہجد نہیں لیکن صلوٰۃ تہجد کے قائم مقام ضرور ہے۔

جواب نمبر 10: صلوٰۃ تہجد نفل کے علاوہ غیر نفلی نماز پڑھنے سے بھی ادا ہو جاتی ہے اور تراویح میں ایسا نہیں۔

سوال : "حدثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبداللہ ثنا عیسیٰ بن جاریۃ عن جابر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعا فی المسجد وزجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتیٰ اصبحنا قال انی کرھت وخشیت ان یکتب علیکم الوتر ۔ الخ" (قیام اللیل صفحہ ۹۰)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ جب آئندہ رات ہوئی تو ہم مسجد میں جمع ہوئے اور امید کی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ ہم نے صبح تک انتظار کیا۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور خوف کیا کہ وتر تم پر فرض نہ ہو جائے۔

اس حدیث شریف میں آٹھ تراویح کا ثبوت ہے۔

جواب : اس روایت میں وہی عیسیٰ بن جاریہ (راوی) ضعیف ہے میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام فن جرح وتعدیل یحیٰ بن معین نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذاک وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس متعدد روایتیں منکر ہیں۔ اور امام نسائی و امام ابوداؤد نے کہا ہے۔ وہ منکر الحدیث ہے۔ امام نسائی نے اس کو متروک بھی کہا ہے اور ساجی عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا ہے۔ کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

لطیفہ : غیر مقلدین موج میں آجائیں تو ہماری پیش کردہ احادیث صحاح کو ضعیف بلکہ موضوع کہہ ڈالیں اور اپنا مذہب ثابت کرنے بیٹھیں تو انتہائی ضعیف روایت کا سہارا لے لیں

؎ عجب رنگ ہیں وہابیوں کے

سوال : عیسیٰ بن جاریہ کو ابوزرعہ نے لَا بَأس کہا اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔

جواب نمبر 1 : اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح معتبر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جبکہ عیسےٰ پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی و داؤد نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ مولوی عبدالرحمن

مبارک پوری غیر مقلد نے ابکار المنن میں سخاوی کے حوالہ سے بغیر رد و کد کے یہ لکھا ہے کہ "**منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیث**" (ابکار المنن صفحہ ۱۹۱)

یعنی منکر الحدیث ہونا آدمی کا ایسا وصف ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔ (اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور نہ قبول کی جائے)

انتباہ: ہم نے غیر مقلدین کی قائم کردہ دلیل کو اصولِ حدیث کے قواعد و ضوابط سے نا قابلِ عمل ثابت کر دکھلایا ہے انہیں چاہئے کہ وہ اپنی قائم کردہ ہر دلیل کو اصول و ضوابط سے ثابت کریں زبانی و لسانی دعاوی سے کچھ نہیں بنتا اس طرح کے زبانی دعاوی ہر بدمذہب کرتا رہتا ہے۔

جواب نمبر 2: جابر سے نقل کرنے میں عیسیٰ منفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابہ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابر سے منفرد ہونے میں دلیل یہ ہے کہ امام طبرانی کی عیسیٰ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ "**لایروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا لا سناد**۔"

یعنی حضرت جابر سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے۔

جواب نمبر 3: اس سند کا دوسرا راوی: محمد بن حمید الرازی تقریب میں ہے۔ حافظ ضعیف۔ (تقریب) غرض یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دو وجہ سے ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس میں جرح قوی ہے۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

سوال: "**عن جابر جاء أبی (رضی اللہ عنہ) بن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ کان منی لیلة شیئی قال وما ذالک یا**

ابی قال نسوة داری قلن انا لا نقرأ القران فنصلی خلفك بصلوتك فصلت بهن ثمان رکعات والوتر فسکت عنه وکان شبه الرضاء الخ (قیام اللیل صفحہ ۹۰)

اسی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے، کہ حضرت ابی بن کعب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھ سے رات کو ایک بات ہوگئی۔ فرمایا کون سی، عرض کی گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قرآن نہیں پڑھا ہم تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں میں نے انہیں آٹھ رکعتیں پڑھا دیں اور وتر بھی حضور سرورِ عالم ﷺ خاموش ہو گئے اور یہ رضامندی کے مشابہ ہے۔

جواب نمبر 1: اس کا راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے اسکا ضعیف ہونا ثابت ہو چکا ہے

جواب نمبر 2: آپ کی خاموشی اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے تاحال تعیین تراویح مع جماعت کا اظہار مناسب نہ سمجھا اور جواز کے لئے خاموشی کافی تھی۔

سوال :"قال مالك عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیم الداری یقوما للناس باحدیٰ عشرة رکعة الخ" (قیام اللیل صفحہ ۹۱: موطا امام مالک صفحہ ۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو تراویح لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔

فائدہ : اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا۔

جواب نمبر 1: یہ حدیث غیر مقلدین کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک تراویح آٹھ ہیں تو وتر ایک ہے اس معنی پر تراویح دس رکعت ہوئیں۔

جواب نمبر 2: یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں اضطراب کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک راوی ہیں محمد ابن یوسف موطا میں تو ان

سے ۱۱ کی روایت ہے۔ ابن نصر مروزی نے انہی محمد ابن یوسف سے بطریق محمد اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی اور محدث عبدالرزاق نے انہی محمد ابن یوسف سے دوسری اسناد سے ۲۱ رکعت نقل کیں۔

ان کے پانچ شاگرد رشید ہیں (i) امام مالک (ii) یحییٰ بن قطان (iii) عبدالعزیز بن محمد (vi) ابن اسحاق (v) عبدالرزاق۔

اوران پانچوں میں اختلاف ہے۔

(i) امام مالک کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں (کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اور نہ ہی رمضان کا ذکر ہے)

(ii) یحییٰ بن قطان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب وتمیم پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم مذکور نہیں اور رمضان کا بھی ذکر نہیں)

(iii) عبدالعزیز بن محمد کہتے ہیں۔ کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں نہ حکم کا ذکر ہے نہ ابی بن کعب وتمیم کا نہ رمضان کا)

(vi) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم اور ابی اور تمیم کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے)

(v) عبدالرزاق کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ (اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔) اس کا خلاصہ نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

استاذ الاستاذ	سائب بن یزید اصل راوی از فاروق اعظم
استاذ	محمد بن یوسف
نمبر شمار	(۱)
نام شاگرد	امام مالک
خلاصہ روایت	حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو
	گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔
نمبر شمار	(۲)
نام شاگرد	یحیٰی بن قطان
خلاصہ روایت	حضرت عمر نے ابی اور تمیم پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں
	گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔
نمبر شمار	(۳)
نام شاگرد	عبدالعزیز بن محمد
خلاصہ روایت	ہم حضرت عمر کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔
نمبر شمار	(۴)
نام شاگرد	ابن اسحاق
خلاصہ روایت	ہم حضرت عمر کے زمانہ میں بماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے
	تھے۔
نمبر شمار	(۵)
نام شاگرد	عبدالرزاق
خلاصہ روایت	حضرت عمر نے اکیس رکعت کا حکم دیا تھا۔

دعوتِ غور و فکر :

اس اختلاف میں سوائے امام مالک کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یحیٰی بن قطان کی روایت میں گیارہ کا حکم نہیں ایسے ہی عبدالعزیز بن محمد کی روایت میں گیارہ کا حکم نہیں۔ اور نہ رمضان کا ذکر اور ابن اسحاق بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں ۲۱ رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث (ابن اسحاق) تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی نے اکیس (۲۱) کو ترجیح دی ہے۔ عدد کے بارہ میں یہ مضطرب ہے فلہذا قابل حجت نہیں یہ تفصیل ہم نے فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۱۸۰ جلد ۴ سے لی ہے۔

قاعدہ :

ایک ہی راوی کے بیانات میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہو تو اس کو اضطراب کہتے ہیں فلہذا یہ تمام روایات غیر معتبر ہیں۔

فقط: ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

۷۸۶/۹۲
چہل حدیث
حامد
برائے
خواتین اسلام
مؤلف
فیضِ ملت اُستاذ العلماء حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی
باہتمام صاحبزادہ عطاالرسول اویسی
ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور پاکستان